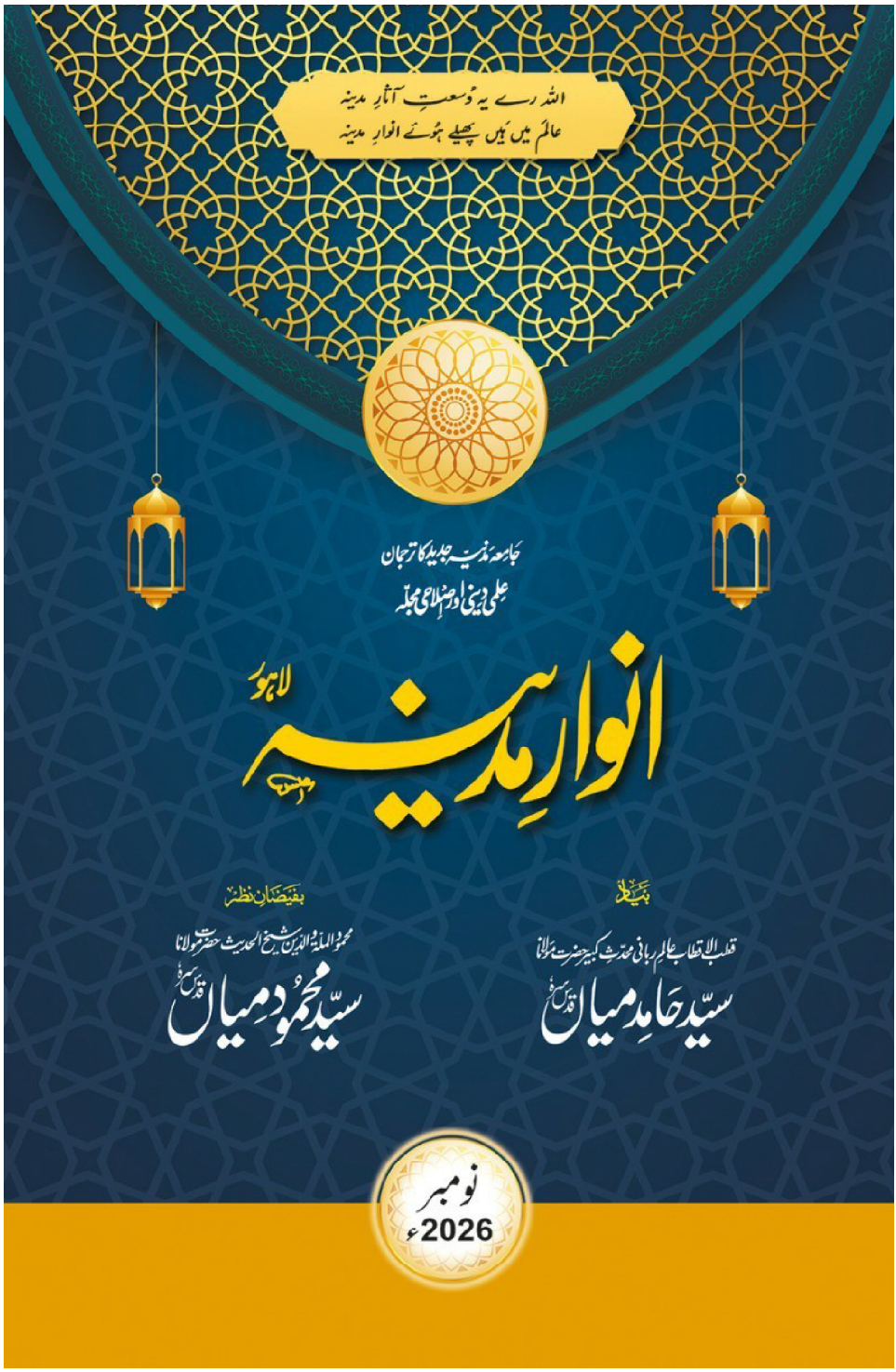

اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدینہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بانی
قطب الاقطاب عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت مولانا
سیّد حامد میاں قدس سرہٗ
بفیضانِ نظر
محمود الملۃ والدین شیخ الحدیث حضرت مولانا
سیّد محمود میاں قدس سرہٗ
نومبر
2026ء



ماہنامہ انوارِ مدینہ

جلد : ۳۴	جمادی الاولیٰ ۱۴۴۸ھ / نومبر ۲۰۲۶ء	شمارہ : ۱۱

بیاد : قطب الاقطاب عالم ربانی محدث کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاںؒ

فیضانِ نظر : محمود الملّة و الدین شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ

مولانا سید رشید میاں صاحب (نگران)	مولانا محمد عابد صاحب (نائب مدیر)
مولانا نعیم الدین صاحب (مدیر اعلیٰ)	مولانا عکاشہ میاں صاحب (مدیر مسئول)
مولانا سید مسعود میاں صاحب (مدیر)	ڈاکٹر محمد امجد صاحب (مدیر منتظم)

بدلِ اشتراک	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے
پاکستان فی پرچہ 50 روپے.....سالانہ 600 روپے	''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 90 ریال	موبائل : 0333 - 4249301
برطانیہ، افریقہ ..... سالانہ 20 ڈالر	موبائل : 0333 - 4249302
امریکہ ..... سالانہ 30 ڈالر	موبائل : 0323 - 4250027
جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس	جازکیش نمبر : 0304 - 4587751
www.jamiamadniajadeed.org	دارُالافتاء کا ای میل ایڈریس اور وٹس ایپ نمبر
jmj786_56@hotmail.com	darulifta@jamiamadniajadeed.org
Whatsapp: +92 333 4249302	Whatsapp : +92 321 4790560

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت مولانا سید حامد میاں صاحبؒ	۱۵
خطبہ جمعہ ... ''غیرت'' کے نام پر قتل	حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ	۲۱
درسِ حدیث ... مجبور مسلمان قیدی کے احکامات	حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ	۲۶
خوش نصیب لوگ	حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی	۳۵
عظمت صحابہؓ اور حضرت مدنیؒ	حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ	۳۸
مناقب صحابہ کرام واہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم	حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ	۵۰
عہد مغلیہ کی تعلیمی حالت: ایک تاریخی وتجزیاتی مطالعہ	مولانا سید محمد حسان میاں صاحب	۵۶

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

۲۸/اکتوبر ۲۰۲۶ء کو جامعہ مدنیہ جدید کی جانب سے طلباء اور رائیونڈ کے نواحی علاقوں جیابگا، رسول پورہ اور دیگر قریبی علاقوں سے ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت کے لیے جانے والے افراد کی بس کو پنڈی بھٹیاں کے قریب حادثہ پیش آ گیا جس میں ابتدائی اطلاعات کے مطابق حادثہ میں پانچ افراد موقع پر شہید جبکہ چالیس کے قریب افراد شدید زخمی ہو گئے ! شہید ہونے والوں میں جامعہ مدنیہ جدید کے دو طالب علم محمد احمد (بہاولپور) اور مذکر مبین (ٹیکسلا) اور قریبی گاؤں رسول پورہ کے تین افراد شامل ہیں، اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے



صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتِ اطہارؓ کی محبت ... اعتدال اور مسلکِ اہلِ سنت والجماعت

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیتِ اطہار علیہم الرضوان سے محبت، عقیدت اور تعظیم ہمارے ایمان کا لازمی تقاضا ہے ! پاکیزہ نفوس پر مشتمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور خاتم النبیین ﷺ کی صحبت، نصرت اور دین اسلام کی اشاعت کے لیے منتخب فرمایا نیز اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کو صحابیت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ سے خصوصی نسبت اور قرب کی وجہ سے دوہرا شرف حاصل ہے، اس لیے ان کی محبت و تعظیم بھی اہلِ سنت کے عقائد کا لازمی حصہ ہے ! !

ہمارے اسلاف و اکابر کا مسلک اعتدال و توازن پر قائم ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرتے ہیں اور اہلِ بیتِ اطہارؓ سے والہانہ لگاؤ رکھتے ہیں اور ان کے باہمی تعلقات کو عقیدت و محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں ! ان کے نزدیک نہ کسی صحابی کی شان میں گستاخی جائز ہے اور نہ ہی اہلِ بیتِ اطہارؓ کی محبت و عظمت سے غفلت درست ہے بلکہ سب کے لیے ادب، احترام اور محبت کا راستہ اختیار کرنا ہی مسلکِ اہلِ سنت کی نمایاں خصوصیت ہے ! !

ماہنامہ الخیر ملتان کے مدیر محترم مولانا محمد ازہر صاحب زید مجدہم نے جمادی الاولیٰ ۱۴۴۸ھ/ نومبر ۲۰۰۶ء کا اداریہ ''محبتِ صحابہ و اہل بیتؓ، اعتدال اور مسلک اہل سنت'' کے عنوان سے لکھا ہے جو ہمارے اکابر علماء دیوبند کے مسلک اعتدال کے عین مطابق ہے، رسالہ کی اشاعت کے بعد حضرت مولانا

زید مجدہم نے اپنے مضمون پر نظر ثانی فرمائی، ہماری درخواست پر نظر ثانی شدہ مضمون بھیجا، حضرت مولانا زید مجدہم کے شکریہ کے ساتھ ہم اس مضمون کو اپنے اداریہ کی زینت بنا رہے ہیں، قارئین ملاحظہ فرمائیں !

محبتِ صحابہ واہلِ بیتؓ : اعتدال اور مسلکِ اہلِ سنت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ !

اسلام کی پوری عمارت دو بنیادی سرچشموں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر قائم ہے اور یہ دونوں عظیم امانتیں قیامت تک آنے والی امت تک حضراتِ صحابہ کرام بشمول اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کے مقدس واسطے سے پہنچی ہیں ! قرآنِ کریم کی آیات، احادیثِ نبویہ، سیرتِ طیبہ اور دین کے تمام عملی احکام کا سرمایہ ان ہی نفوسِ قدسیہ کے ذریعے امت تک منتقل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت، عظمت اور حرمت کا مسئلہ محض تاریخی شخصیات کے احترام کا مسئلہ نہیں بلکہ دین کے بنیادی ماخذ اور اس کے محفوظ ترسیلی نظام کے تحفظ کا مسئلہ ہے !

اہلِ سنت والجماعت کا مسلک اس باب میں نہ غلو کا ہے اور نہ تنقیص کا، نہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم قرار دیتے ہیں اور نہ ان کے باہمی اجتہادی اختلافات کو بنیاد بنا کر ان کے مقام ومرتبہ پر طعن وتشنیع کو روا رکھتے ہیں !

اہلِ سنت کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ مقدس جماعت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کی صحبت، نصرت اور دین کی حفاظت واشاعت کے لیے ازل سے منتخب فرمایا !

صحابی کی تعریف میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے الاصابة فی تمییز الصحابة میں یہ جامع اصول نقل فرمایا ہے :

مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِہٖ وَمَاتَ عَلَی الْاِسْلَامِ [1]

''جس شخص نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام ہی پر اس کا خاتمہ ہوا، وہ صحابی ہے''

---

[1] الاصابة فی تمییز الصحابة مقدمہ ج۱، ص۱۵۸

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہلِ سنت کا متفقہ عقیدہ بیان کرتے ہوئے حافظ ابن الصلاحؒ معرفة انواع علم الحديث (مقدمه ابن الصلاح نوع ٣٩ معرفة الصحابة ص ٢٩٤)میں تحریر فرماتے ہیں :

لِلصَّحَابَةِ بِاَسْرِهِمْ خَصِيْصَةٌ وَهِيَ اَنَّهٗ لَا يُسْئَلُ عَنْ عَدَالَةِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ، بَلْ ذٰلِكَ اَمْرٌ مَفْرُوْغٌ مِنْهُ ، لِكَوْنِهِمْ عَلَى الْاِطْلَاقِ مُعَدَّلِيْنَ بِنُصُوْصِ الْكِتَابِ وَ السُّنَّةِ وَ اِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ فِي الْاِجْمَاعِ مِنَ الْاُمَّةِ.

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بحیثیتِ مجموعی یہ خصوصی امتیازی مقام حاصل ہے کہ (بعد کے راویوں کی طرح) ان میں سے کسی کی عدالت پر جرح و تعدیل کی ضرورت نہیں ، بلکہ یہ ایک طے شدہ اور قطعی امر ہے اس لیے کہ وہ قرآن، سنت اور اہلِ اجماع کے معتبر اجماع کی نصوص کے ذریعے علی الاطلاق عادل قرار دیے جا چکے ہیں''

اسی حقیقت کو خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے الكفاية فی علم الرواية باب ما جاء فی تعديل الله ورسوله للصحابة ص ٤٦ میں تفصیل سے ثابت کیا ہے !

یہاں ایک بنیادی امر کی وضاحت ناگزیر ہے کہ اہلِ سنت کے نزدیک عدالتِ صحابہ کا مفہوم محض یہ نہیں کہ وہ صرف حدیث کی نقل و روایت میں سچ بولنے والے ہیں بلکہ ان کی عدالت ان کی پوری دینی زندگی، تقویٰ، دیانت اور امانت کا احاطہ کرتی ہے ! روایتِ دین میں ان کا ثقہ ہونا اسی عمومی عدالت کا ثمرہ ہے جیسا کہ فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ''مقامِ صحابہ'' ص ٦٠ میں متنبہ فرمایا ہے کہ صحابہ کی عدالت کو محض روایت میں کذب نہ ہونے تک محدود کر دینا درست نہیں البتہ یہ نکتہ پیشِ نظر رہے کہ صحابہ کی عدالت کا مطلب ان کی عصمت نہیں ہے، انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں لہٰذا کسی صحابی سے بشری تقاضے کے تحت کسی واقعے میں لغزش یا اجتہادی خطا کا صادر ہونا ان کی مجموعی عدالت و دیانت کے منافی نہیں ہوتا ! !

قرآن وسنت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام :

قرآنِ حکیم نے صحابہ کرام کی عمومی طہارت اور رضائے الٰہی کا اعلان نہایت قطعی الفاظ میں فرمایا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ﴾ ۱

''اور مہاجرین وانصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے''

سورہ فتح میں فرمایا :

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ ۲

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کی رفاقت میں ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں''

سورۂ حدید میں صحابہ کے درجات میں تفاوت کے باوجود عمومی انجامِ خیر کی خوشخبری دی :

﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ﴾ ۳

''تم میں سے وہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتحِ مکہ سے پہلے مال خرچ کیا اور قتال کیا، ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑا ہے جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، اور یوں اللہ نے بھلائی (یعنی جنت) کا وعدہ ان سب ہی سے فرما رکھا ہے''

---

۱ سورة التوبة : ۱۰۰ ۲ سورة الفتح : ۲۹ ۳ سورة الحديد : ۱۰

احادیثِ نبویہ میں بھی صحابہ کرامؓ کے تقدس اور ان کے احترام کی سخت تاکید وارد ہوئی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ [۱]

''سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو اِن کے متصل بعد آئیں گے، پھر وہ جو اُن کے بعد آئیں گے''

اور صحابہؓ کی تنقیص سے باز رہنے کا تاکیدی حکم دیتے ہوئے فرمایا :

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا ، مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِم وَلَا نَصِيْفَهٗ [۲]

''میرے صحابہ کو برا مت کہو ! اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر ڈالے تو وہ ان کے ایک مد (تقریباً ایک کلو اناج) یا آدھے مد کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا''

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے عقیدہ اہلِ سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا :

وَنُحِبُّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُفْرِطُ فِيْ حُبِّ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ، وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ، وَلَا نَذْكُرُهُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ [۳]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ سے محبت کرتے ہیں، ان میں سے کسی کی محبت میں غلو نہیں کرتے، کسی سے بیزاری ظاہر نہیں کرتے، اور ان کا ذکر خیر کے سوا کسی طرح نہیں کرتے''

اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم سے محبت کا وجوب :

اہلِ بیتِ رسول سے محبت اہلِ سنت کے ایمان کا جزو لاینفک ہے قرآنِ مجید میں ارشاد ہے :

---

[۱] صحیح البخاری رقم الحدیث ۲۶۵۲ ، صحیح مسلم رقم الحدیث ۲۵۳۳

[۲] صحیح البخاری ۳۶۷۳ ، صحیح مسلم : ۲۵۴۰ [۳] شرح العقیدۃ الطحاوی ص ۴۶۷

﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ﴾ [1]

''اللہ تو بس یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے اہلِ بیت ! تم سے گندگی کو دور رکھے اور تمہیں پاک صاف کر کے خوب ستھرا کر دے''

اور رسول اللہ ﷺ نے غدیرِ خم کے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے تین مرتبہ یاددہانی فرمائی

اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ (صحیح مسلم رقم الحدیث : ۲۴۰۸)

''میں تمہیں اپنے اہلِ بیت کے حقوق کے سلسلے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں''

سیدنا علی المرتضی، سیدہ فاطمۃ الزہرا، اور سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت ہمارے دلوں کا سرور ہے ! !

رافضی اور ناصبی :

اہلِ سنت کے نزدیک محبتِ اہلِ بیت اور محبتِ صحابہ دو متصادم چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی نورانی چراغ کی کرنیں ہیں ! جو اہلِ بیت کے نام پر صحابہ کی توہین کرے وہ ''رافضی'' ہے، اور جو صحابہ کے دفاع کے نام پر اہلِ بیت کی تنقیص کرے وہ ''ناصبی'' ہے ! اہلِ سنت کا مسلک ان دونوں کے درمیان اعتدال کی راہ ہے ! !

مشاجراتِ صحابہ اور سیدنا امیر معاویہؓ کا مقام :

خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی عظمت و منقبت مُسلَّم ہے اور اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ معرکہ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ برحق، صواب کے زیادہ قریب اور اپنے اجتہاد میں مصیب تھے ! !

دوسری طرف سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول، کاتبِ وحی اور اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہونے کے ناطے مومنین کے ماموں ہیں ! جامع ترمذی میں نبی کریم ﷺ کی یہ دعا ان کے حق میں ثابت ہے : اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّاھْدِ بِہٖ . [2]

---

[1] سورۃ الاحزاب: ۳۳ [2] جامع الترمذی رقم الحدیث ۳۸۴۲

''اے اللہ ! ان کو ہدایت دینے والا اور خود ہدایت یافتہ بنا دیجیے، اور ان کے ذریعے دوسروں کو ہدایت عطا فرمائیے''

اور صحیح بخاری میں رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا : اِنَّہٗ فَقِیْہٌ [1]

''وہ (دین کی گہری سمجھ رکھنے والے) فقیہ ہیں''

سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کا اختلاف دنیاوی اقتدار، شخصی عناد یا دین کی مخالفت پر مبنی نہیں تھا بلکہ ایک مخلصانہ اجتہادی تاویل پر مبنی تھا جس کا تعلق قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ سے تھا۔ نبی کریم ﷺ کا بیان کردہ ضابطہ ہے :

اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ ، وَ اِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ . (صحیح البخاری ۷۳۵۲ ، صحیح مسلم : ۱۷۱۶)

''جب فیصلہ کرنے والا اجتہاد کرے اور درست نتیجے تک پہنچے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد کے باوجود اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے''

لہٰذا اہلِ سنت جب یہ کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی خطا ہوئی، تو اس کا مطلب ہرگز ان کی عدالت کی نفی یا ان کا گناہ گار ہونا نہیں بلکہ وہ اپنے اجتہاد کی بنیاد پر عنداللہ معذور اور ماجور ہیں ! !

لفظِ باغی، خاطی اور حدیثِ عمارؓ کی فقہی توجیہ :

حدیثِ نبوی میں وارد ہے :

وَیْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُہُ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ (صحیح البخاری: ۴۴۷ ، صحیح مسلم : ۲۹۱۵)

''عمار پر افسوس ! اسے ایک باغی گروہ شہید کرے گا''

چونکہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صف میں شہید ہوئے، اس لیے محدثینؒ نے اس کا مصداق اہلِ شام کو ٹھہرایا۔ لیکن اس مقام پر ائمہ و اسلاف کی استعمال کردہ اصطلاح کو سمجھنا ضروری ہے ! اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں ارشاد فرمایا :

---

[1] صحیح البخاری کتاب اصحاب النبی ﷺ باب ذکر معاویۃؓ رقم الحدیث ۳۷۶۵

﴿ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ الحجرات : ۹)

''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی (بغاوت) کرے تو اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے''

غور فرمایئے کہ باہمی قتال اور ایک فریق کے باغی ہونے کے باوجود اللہ رب العزت نے دونوں گروہوں کو مومنین قرار دیا ! !

شارحِ حدیث کا فیصلہ :

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللّٰہ فتح الباری کتاب الجهاد، ج ۶، ص۲۵ میں فرماتے ہیں کہ اہلِ شام پر ''بغی'' کا یہ اطلاق تاویل اور اجتہاد کی بنا پر تھا، اس سے ان کی عدالت، دیانت یا فضیلت ہرگز باطل نہیں ہوتی ! فقہائے احناف اور جمہور متکلمین کے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ خروج صرف صورتاً بغاوت تھا، یعنی ظاہری صورت تو امامِ برحق کے مقابلے کی تھی، مگر باطنی حقیقت کسی عناد کے بجائے ایک اجتہادی شبہہ پر مبنی تھی لہٰذا یہ وہ شرعی بغاوت نہیں جو فسق یا سلبِ عدالت کو لازم کرتی ہے ! اس لیے ان کے لیے لفظِ ''باغی'' یا ''خاطئ'' کو عام عرفی گالی یا طعن کے طور پر استعمال کرنا سراسر بددیانتی ہے ! !

صلحِ حسن اور تاریخی روایات کی چھان پھٹک :

اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معاذ اللہ ناصبی، ظالم یا فاسق ہوتے تو سیّد شباب اهلِ الجنة حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اپنی خلافت ان کے سپرد کبھی نہ فرماتے ! صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد معجزہ نما ہے :

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ [۱]

[۱] صحیح البخاری کتاب الصلح رقم الحدیث ۲۷۰۴

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا''

اس صلح کے سال کو پوری اُمت نے عام الجماعة (اجتماعیت کا سال) کا نام دیا ! !

فاضل دارالعلوم دیوبند، جلیل القدر محقق حضرت مولانا محمد نافع رحمہ اللہ نے اپنی گراں قدر کتاب ''سیرت حضرت علی المرتضیٰؓ'' ص ۴۹۸ میں اس صلح کی برکات کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا :

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکورہ صلح و مصالحت کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ باغی ہیں، نہ طاغی ہیں، نہ فاسق ہیں، نہ جائر ہیں نہ ظالم ہیں، بلکہ اہلِ اسلام کے لیے برحق خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین ہیں اور امامِ صادق ہیں''

تاریخِ طبری یا ابن عساکر وغیرہ میں موجود ہر قسم کی ضعیف اور کذاب راویوں کی روایات سے استدلال کرنا باطل ہے جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اپنی تصنیف ''حضرت معاویہ اور تاریخی حقائق'' میں واضح کیا ہے کہ تاریخ کی بے سند اور موضوع روایات کی بنیاد پر کسی صحابی پر طعن کرنا اصولِ شریعت کے منافی ہے ! حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء ج ۱، ص ۳۴۹ میں رقم طراز ہیں :

''جاننا چاہیے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما اصحابِ رسول ﷺ میں سے ایک فرد تھے اور زمرۂ صحابہ میں بڑے صاحبِ فضیلت تھے ! تم کبھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہوگے''

اور امیر المومنین سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا وہ تاریخی کلمہ آج بھی مشعلِ راہ ہے :

تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ مِنْهَا اَيْدِيَنَا فَلَا نُلَوِّثُ بِهَا اَلْسِنَتَنَا. [۱]

''یہ وہ خون کے معاملات ہیں جن سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا ہے، لہٰذا ہمیں اپنی زبانوں کو ان سے آلودہ نہیں کرنا چاہیے''

---

[۱] حلية الاولياء لابی نعيم الاصفهانی، ج۵، ص۳۴۶ ، منهاج السنة النبوية لابن تيمية ، ج۶، ص ۳۶۴

خلاصۃ الحکم اور اصولی بیانیہ :

اہلِ سنت والجماعت کا دوٹوک اور متفقہ مسلک درج ذیل بنیادی نکات پر قائم ہے :

عمومِ عدالتِ صحابہ :

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی پوری دینی زندگی، سیرت و کردار اور دیانت میں قطعی طور پر عادل ہیں ! ان کی عدالت کو محض روایتِ حدیث تک محدود کرنا اکابر و اسلاف کے موقف کے خلاف ہے ! البتہ عدالت کا مفہوم عصمت نہیں، ان سے اجتہادی خطا یا لغزش کا وقوع ممکن ہے جو اِن کے مرتبۂ صحابیت اور عمومی عدالت کو مجروح نہیں کرتا ! !

سیدنا علی مرتضیٰؓ کی حقانیت :

سیدنا علی رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ راشد تھے، اور جمل و صفین کے مشاجرات میں وہی حق پر اور اجتہاد میں مصیب تھے ! ان سے محبت اور ان کی تعظیم ہر مومن پر لازم ہے ! !

سیدنا امیر معاویہؓ کا مقام :

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی، کاتبِ وحی اور عادل ہیں ! ان کا موقف عناد، دنیا طلبی یا دین دشمنی پر نہیں بلکہ ایک مخلصانہ اجتہادی خطا (تاویل) پر مبنی تھا، جس کی وجہ سے وہ عنداللہ معذور اور ماجور ہیں، ان کی صحابیت اور فضیلت پر طعن و تشنیع کرنا قطعاً حرام اور موجبِ گمراہی ہے

اصطلاحات کی شرعی توجیہ :

اسلاف اور فقہاء کی عبارات میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے جو باغی یا خاطی کے الفاظ آئے ہیں، وہ خالص اصطلاحی اور صورتاً بغاوت کے معنی میں ہیں، ان سے شرعی فسق، کفر یا مذمت مراد لینا بددیانتی ہے ! عام مجالس اور تحریروں میں ان الفاظ کو بنیاد بنا کر صحابیِ رسول کی تنقیص کرنا ناصبیت کے رد کی آڑ میں رافضیت کو فروغ دینا ہے ! !

ناصبیت اور رافضیت کا بیک وقت رد :

اہلِ سنت کا راستہ غلو اور تنقیص دونوں سے پاک ہے ! ہم اہلِ بیت کی محبت کے نام پر

صحابہ کرامؓ پر تبرا کرنے کو رافضیت ، اور صحابہ کے دفاع کی آڑ میں اہلِ بیتؓ کے فضائل وحقوق کی تحقیر کو ناصبیت وگمراہی سمجھتے ہیں ! !

صلحِ حسن رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر ’’ بغی ‘‘ یا ’’جور ‘‘ کا اطلاق کرنا امت کے متفقہ فیصلے کے خلاف ہے ! !

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو صحابہ کرام اور اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی سچی ، باادب اور متوازن محبت عطا فرمائے اور امت کو انتشار وفتنہ پردازی سے محفوظ رکھے ، آمین ! !

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں نیک گمانی قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو تمام صحابہ کرامؓ اور جملہ اہلِ بیتؓ کی محبت اور ان کے طریقہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ، آمین ! وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

محمد عابد

۱۵ / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۸ھ / ۲۷ / اکتوبر ۲۰۲۶ء

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا درس حدیث علی حبیبک خیر الخلق کلهم

قطب الاقطاب عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں نور اللّٰہ مرقدہٗ کا مجلس ذکر کے بعد درسِ حدیث ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' شارع رائیونڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا !

(درس حدیث نمبر ۴۴ ۱۷ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ/ ۹ رجولائی ۱۹۸۲ء)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ ہی سے رحمت کی امید رکھے اور اپنے اعمال اور اپنی نیکیوں پر بھروسہ نہ کرے، اس پر بہت ہی زیادہ زور دیا گیا ہے !

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا یُدْخِلُ اَحَدًا مِنْکُمْ عَمَلُہُ الْجَنَّۃَ وَلَا یُجِیْرُہُ مِنَ النَّارِ تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا اور نہ ہی اس کو آگ سے بچائے گا ! اور پھر ارشاد فرمایا وَلَا اَنَا میں اپنے بارے میں بھی یہی بات کہتا ہوں اِلَّا بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ [1] سوائے اس کے کہ اللہ کی رحمت ہو ! معلوم ہوا اصل چیز خداوند قدوس کی رحمت ہے وہ جب متوجہ ہوجائے، جس پر اس کی نظر رحمت ہوجائے وہ بخشا جائے گا ! !

یہی روایت حضرت جابر رضی اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، پہلی روایت مسلم شریف کی ہے اور دوسری مسلم اور بخاری دونوں میں ہے ارشاد ہوا لَنْ یُّنْجِیَ اَحَدًا مِنْکُمْ عَمَلُہٗ تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل نہیں نجات دلائے گا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۷۲

کیا جناب کا بھی ؟ ؟ ارشاد فرمایا وَلَا اَنَا میرا بھی یہی ہے ! اِلَّا اَن یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنہُ بِرَحمَتِہٖ [1] روایت ہے کہ حق تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیں گے ! جس بندے پر خدا کی نظرِ رحمت ہو جائے اور خداوند کریم اس کو اپنی نظرِ رحمت میں ڈھانپ لیں وہ ٹھیک ہے وہ بخشے جائیں گے ! !

اپنے عمل پر نہیں بلکہ اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنا ہے :

باقی عمل ؟ عمل بھروسہ کی چیز نہیں ہے، عمل کے باوجود بھروسہ اللہ کی رحمت پر کرنا پڑے گا ! عمل علامت ہے کہ حسنِ خاتمہ ہوگا ! عمل علامت ہے اس بات کی کہ اس پر خدا کی رحمت کی نظر ہے حقیقتاً نجات دلانے والی چیز خدا کی اپنی مرضی ہے اسی کا نام خدا کی رحمت ہے ! !

تو آقائے نامدار ﷺ نے بہت زیادہ زور اِس پر دیا کہ یہ مت سمجھنا کہ میں نے جو کوئی کام کیا ہے بس اس کی وجہ سے میں بخشا جاؤں گا، یہ خیال نہیں بلکہ خدا کی رحمت ہوگی تو بخشے جاؤ گے ! !

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ :

اس کے لیے ایک واقعہ جنابِ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو بڑے عرصے عبادت کرتا رہا، عمر بھی لمبی، پانچ سو سال عمر پائی اس نے، عبادت میں گزاری، وہ اناج یا پھل وہاں تھے وہ اس کی جگہ تھی اور عبادت کا شوق تھا عبادت میں وقت گزارتا ساری عمر ایسے گزری جب اس کی وفات ہوگئی تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو میں نے بخش دیا، تم میری رحمت سے اس کو جنت میں داخل کردو ! یہ فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو لے جاؤ جنت میں داخل کردو مگر یہ بھی تھا کہ میری رحمت سے ! اس نے کہا خداوندِ کریم اور میرا عمل ؟ یہ جو میں پانچ سو سال یا اتنا طویل عرصہ عمل کرتا رہا، تمام خواہشات کو خیر باد کہہ کر صرف تیری عبادت میں لگائی، یہ بھی تو ایک چیز ہے ! ؟ کیا میرے عمل کی وجہ سے میری بخشش نہیں ہوگی ؟ ؟

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر تمہارے عمل کی وجہ سے بخشش ہونی ہے تو یہ تمہارے اعمال ہیں اور یہ جنت نظر آرہی ہے چلے جاؤ ! اس نے چلنا شروع کیا مگر پیاس لگنے لگی، پیاس ! شدید پیاس !

---

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۷۱

جس سے بے تاب ہوگیا ! وہاں کوئی آدمی نظر آیا اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ہوگا جس کے پاس پانی تھا، اس نے اس سے پانی مانگا، اس نے کہا پانی مفت میں نہیں ہوگا ! کیا قیمت ہوگی ؟ اس نے کہا نیکیاں ! کتنی لوگے ؟ اس نے کہا آدھی ! جتنی تمہارے پاس ہے اس کی آدھی ! وہ آدھی نیکیاں لے گیا ! ایک گلاس دو گلاس چار گلاس پانی پیا ہوگا صراحی بھر پی لیا ہوگا، پھر چلا پھر پیاس سے بیتاب ہوا پھر اسی طرح کوئی ملا پھر اس نے اس سے بات کی پھر اس نے سودا کیا پھر جو باقی نیکیاں تھیں وہ بھی لے گیا ! دو صراحی پانی بن گیا ہوگا، دو جگ پانی بن گیا ہوگا، پانچ سو سالہ عبادت کی قیمت دو جگ پانی بنا، دو صراحی پانی بنا ! !

پھر یہ آگے بڑھنے لگا تو فرشتوں نے کہا نہیں اب آپ آگے نہیں جاسکتے کیونکہ اب تک جو جا رہے تھے اپنے عمل سے وہ تم نے دے دیے، اب تمہارے پاس کچھ نہیں رہا ! ! تو اس نے کہا واقعی میری غلطی تھی، میری عبادت وجہ نہیں ہے بخشش کی (بلکہ) بخشش کی وجہ خدا کی رحمت ہے ! !

اگر انسان ساری عمر بھی لگا دے عبادت کے لیے تو بھی یہ بات تو ماننی پڑے گی کہ توفیق خدا ہی نے دی ہے، یہ جان خدا ہی نے دی ہے اور کون کون سی نعمتیں ایسی ہیں یہ جو شمار کرے گا انسان، اسی کے دیے ہوئے پانی سے وضو کرتا ہے، اسی کی دی ہوئی ہوا سے زندہ ہے، اس کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں اور اسی کی توفیق سے وہ عبادت کرتا ہے، یہ سب کچھ احسان جو بھی ہے انسان پر وہ خدا ہی کا ہے، سب کچھ دیا ہوا بھی خدا ہی کا ہے اور توفیق بھی خدا ہی کی دی ہوئی ہے، ورنہ آدمی سجدہ نہیں کرسکتا، ایک سجدہ نہیں کرسکتا اگر خدا کی توفیق نہ ہو مَعَاذَ اللّٰہ یہ تو سب خدا کا احسان ہوتا ہے، بہت سا ظاہری ہے اور بہت سا باطنی بلکہ باطنی بہت بڑا ہے ! عقائد کا ہے وہ باطنی ہے تو خداوندِ کریم کا احسان ہی احسان ہے، ویسے تو جہ نہ جاتی آدمی کی اس طرف جب تک رسول اللہ ﷺ اتنا زور دے کر نہ فرماتے کہ کوئی بھی آدمی ایسا نہیں ہے کہ جس کو اُس کا عمل نجات دلا دے ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ! ! اگر آدمی یہ خیال جماتا رہے اور بار بار سوچتا رہے تو پھر حال یہی ہو جاتا ہے ظاہراً، اور باطناً دل میں بھی یہی ہوتا ہے اپنی تعریف سننی پسند نہیں کرتا ! !

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وفات کے قریب تھیں تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ میں آنا چاہتا ہوں ملنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا نہیں ! حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ جو ان کے بھتیجے تھے یا ان کے اور بھتیجے تھے عروہ ابن زبیرؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں وَمِنْ وُجُوْہِ الْمُسْلِمِیْنَ بڑے آدمی ہیں انہیں آنے دینا چاہیے ! کیا وجہ ہوگئی ہے ؟ انہوں نے فرمایا آئیں گے تو میری تعریف کریں گے اور آخری وقت ہے اور میں اپنی تعریف سنتی ہوئی جاؤں یہاں سے خدا کے پاس، یہ میں پسند نہیں کرتی ! اس واسطے میں نہیں اجازت دینا چاہتی اس چیز کی تو انہوں نے کہا نہیں، تعریف کیا کریں گے، طبع پرسی کے لیے آرہے ہیں ! کہنے لگیں تمہاری مرضی ہے بلانا چاہتے ہو تو دے دو اجازت آجائیں ! وہ آگئے آکر پھر انہوں نے یہی کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں آپ ایسی ہیں آپ ایسی ہیں ! یہ تسلی کے لیے بھی کہا جاسکتا ہے اور خدا کے یہاں آپ ایسی ہیں، ایسے کلمات صرف تسلی کے لیے بھی کہے جاسکتے ہیں مگر اس میں تعریف کا بھی تو پہلو ہے، وہ سنتی رہیں پھر وہ چلے گئے جب چلے گئے تو پھر فرمانے لگیں جب وہ تعریف کررہے تھے تو میرے دل میں آرہا تھا وَوَدِدْتُ اِنِّیْ کُنْتُ نِسْیًا مَّنْسِیًّا [۱] میں ایسی ہوتی کہ جسے کوئی جانتا ہی نہ ہوتا، لوگ مجھے بھلا چکے ہوتے، یہ میرے ذہن میں آرہا تھا کہ میں ایسی نہیں ہوں میں اس قابل نہیں ہوں اور میں تو ایسی ہوتی کہ بھلا بھی چکے ہوتے لوگ ! اپنی قیمت کوئی نہیں تھی، اپنے ذہن میں اپنی قیمت اپنا وزن، جب اپنے وجود ہی کا وزن نہیں تو اپنے اعمال کا کیا وزن وہ بنائیں گی اپنے ذہن میں ؟ !

اور اگر انسان ایسا ہو جو یہ کہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ میں نے تو کچھ نہیں کیا یہ سب تیری مہربانی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے تو نے کیا ہے ! اور اگر بندہ کہتا ہے کہ میں نے کیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ اچھا تو نے کیا ہے ! وہ ایک سوال کھڑا ہوجاتا ہے ! اور اس سوال سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا ! کوئی جواب دے ہی نہیں سکتا ! ! اور خدا کے یہاں اگر کسی غلطی کے بارے میں سوال ہوجائے تو پھر آدمی وہاں یہ کہے بھی کہ غلطی ہوگئی تھی اور پھر خدا کہے کہ میں تو نہیں معاف کرتا

---

[۱] صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن رقم الحدیث ۴۷۵۳

میں تو دوں گا سزا ! اور یہ عدل ہوگا، یہ ظلم تو نہیں ہوگا، یہ اس کا انصاف ہی ہے ! !

اس واسطے جتنے صحابہ کرامؓ ہیں اور ان سے جو کلمات ملے ہیں سب تواضع کے ہیں، سب ڈرتے ہیں انصاف سے بچتے ہیں ! اور اپنے اعمال پر نظر نہ ہونی، یہی ملے گا اور کسی اور پر نظر نہ ہونی، اور بس خدا کی رحمت سے امید ہو ! !

حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات کے وقت فرماتے تھے کہ ایک صحابی آئے وہ آ کر کہنے لگے تعریف کرنے لگے آپ کو اللہ نے یہ شرف بخشا کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوا اور جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو وہ آپ سے خوش تھے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دور نصیب ہوا جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو وہ خوش تھے آپ سے، پھر آپ کا دور آیا تو آپ نے عدل کیا اور سارے مسلمان آپ سے خوش ہیں، آپ اگر اب جائیں دنیا سے رخصت ہوں تو سب کے سب خوش ہیں آپ سے اور پھر اوپر سے شہادت ! مزید چیز یہ ! ! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی تسلی کے کلمات ارشاد فرمائے تھے اور انہیں کچھ بے چینی تھی تو پوچھا کہ کیا وجہ ہے بے چینی کی ؟ اور پھر یہ کلمات انہوں نے دوہرائے پھر فرمایا کہ بے چینی کی وجہ یہ ہے کہ مجھے خیال ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا ؟ میں اپنے بعد کے لیے کسی کو نامزد کروں تو کیا کروں اور معاملات کیسے ہوں گے ؟ کافی بے چینی ہے میری طبیعت میں، کافی بوجھ ہے ! !

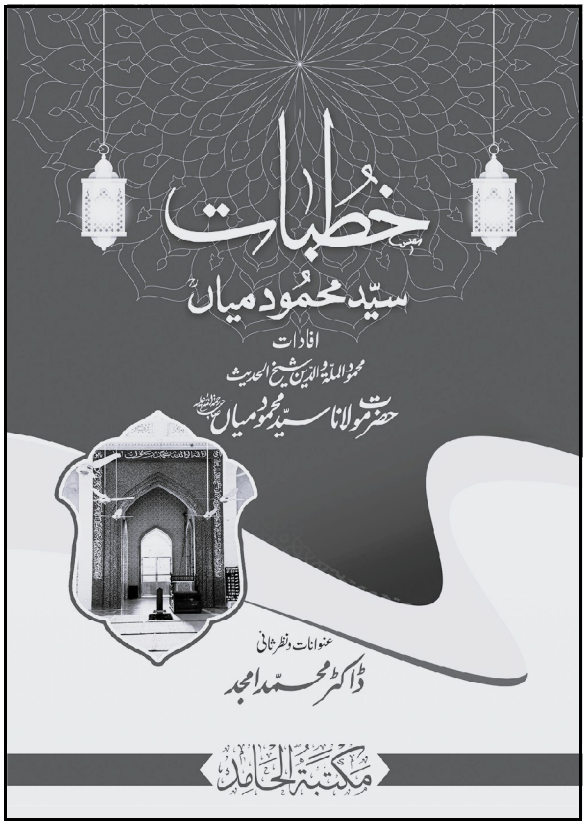
پھر فرمانے لگے کہ یہ جو تم نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ساتھ صحبت جسے کہتے ہیں صحابی کا شرف حاصل ہو اور آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو راضی تھے مجھ سے، تو فرماتے ہیں کہ ذٰلِكَ مَنٌّ مَنَّ اللّٰهُ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ یہ خدا کا احسان ہے اس نے میرے اوپر احسان کیا ہے ! اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا رخصت ہونا اور راضی ہونا یہ بھی ذٰلِكَ مَنٌّ مَنَّ اللّٰهُ مَنَّ بِهٖ عَلَيَّ یہ خدا کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا ہے یعنی اپنا کچھ کہہ ہی نہیں رہے ! !

اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے میں اتنا ڈرتا ہوں کہ اگر میرے قبضہ میں روئے زمین کی دولت ہو تو میں عذاب دیکھنے سے بھی پہلے وہ دے دوں فدیہ کے طور پر، اپنا بدل دے دوں

عذاب دیکھنا بھی نہ پڑے ! خداوندِ قدوس کا عذاب دیکھنے سے بھی میں ڈرتا ہوں چہ جائیکہ اس کے اندر ابتداء ہو [1] آخری اوقات میں ان کے نظریات اس طرح کے ہیں ! !

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے جو کچھ ہے وہ ہے اور جو کچھ ہوا وہ سب اس کا احسان تھا میں اس قابل نہیں ہوں، جو بھی کام ہوتا ہے وہ خدا کے فضل سے ہی ہوتا ہے، انسان بالکل کچھ بھی نہیں کرسکتا ! !

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر استقامت دے اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ اور ان کی شفاعت نصیب فرمائے، آمین وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



[1] مشکوۃ المصابیح کتاب الدعوات رقم الحدیث ۶۰۵۵

خطبات سید محمود میاںؒ

(۱۱)

محمود الملة والدین شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحبؒ جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد میں جمعہ کا بیان فرمایا کرتے تھے جن کی ریکارڈنگ جامعہ کے استاذ مفتی محمد فہیم صاحب کرتے تھے، ان بیانات کی افادیت کے پیش نظر انہیں ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ذریعہ ہر ماہ حضرتؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچانے کا اہتمام کیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔ (ادارہ)

''غیرت'' کے نام پر قتل

﴿ افادات : شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ ﴾

عنوانات و نظر ثانی : ڈاکٹر محمد امجد

(۳۰ر رجب ۱۴۳۵ھ/ ۳۰ر مئی ۲۰۱۴ء)

۞ ۞ ۞

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

۲۷ر مئی ۲۰۱۴ء کو ہائیکورٹ کے احاطہ میں ایک لڑکی کو اینٹیں مار مار کر اس کے باپ اور بھائیوں نے قتل کر دیا ! یہ ظلم ہوا، اس کا گناہ کیا ہے ؟ اس لڑکی کا گناہ یہ تھا کہ اس نے زنا نہیں کیا !

۱؎ لاہور (نامہ نگار) محبت کی شادی کرنے پر تین ماہ کی حاملہ لڑکی کو اس کے باپ اور بھائیوں نے لاہور ہائیکورٹ کے قریب اینٹیں مار مار کر موت کے گھاٹ اُتار دیا جبکہ پولیس خاموش تماشائی بنی رہی۔ تفصیلات کے مطابق جڑانوالہ کے علاقہ سیدوالا میں رہائش پذیر.....نے اپنے گاؤں کے رہائشی.....کی بیٹی.....سے محبت کی دوسری شادی کی جس کا لڑکی کے گھر والوں کو رنج تھا اور وہ دونوں کی جان کے دشمن بن گئے جس پر.....اور اس کی بیوی چھپ کر رہنے لگے، .....کے گھر والوں نے.....کے خلاف تھانہ سیدوالا میں اغوا کا مقدمہ درج کرادیا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علمِ دین نہ سیکھنے کی نحوست :

اللہ پناہ میں رکھے ہر گلی محلے میں بدکاری ہو رہی ہے، ماں باپ لڑکی کی نمائش کرتے ہیں لڑکے والے کہتے ہیں بچہ ہے سدھر جائے گا ! زنا ہو جائے تو بچے رہیں گے اور نکاح ہو جائے تو قتل کر دیں گے، اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے بڑی بہادری کی، بڑے غیرت مند بن گئے ''غیرت'' کا مظاہرہ کیا ہے، غیرت مند نہیں ہیں، یہی بے غیرت بھائی دوسرے کی بہنوں کے ساتھ یہی کچھ کرتا ہے ! ! یہی بے غیرت باپ دوسروں کی بیٹیوں کو بری نظر سے دیکھتا ہے ! آج اس کی بیٹی کے ساتھ کسی نے ایسا کر لیا بلکہ صرف نکاح کیا، برائی بھی نہیں کی ! یہ غیرت مند بن کر آ گیا ! یہ اللہ کے دین کو نہ سیکھنے کی پھٹکار ہے، یہ اس کی نحوست ہے ! پورا معاشرہ بے غیرت، جج بھی اندھے ہیں ہائی کورٹ بھی اندھی ہے اور جس کے لیے فیصلہ ہونا ہے وہ بھی اندھا ہے سب کے سب اندھے ہیں ! !

قانون میں کیا خرابی ہے ؟

میں ایک دفعہ ایک جگہ بیٹھا تھا ہائیکورٹ کے جج صاحب بھی بیٹھے تھے کرسی پر بیٹھے تھے اس وقت عدالت کی کرسی تھی اس وقت تو یہ بادشاہ سلامت ہوتے ہیں، سیاہ سفید کے مالک ہوتے ہیں! عدالت کا مسئلہ ختم ہو چکا تھا، لیکن تھا تو وہ جج، کچھ بات ہوئی مذہب کی، وقت بھی تھوڑا سا تھا وہاں بات کا موقع بھی نہیں تھا، اس نے بڑے مزے سے بھری مجلس میں بغلوں میں ہاتھ دبا کر چلتے چلتے مجھ سے کہا کہ اس قانون میں کیا خرابی ہے ؟ صاحب بہادر انگریز کے قانون میں کیا خرابی ہے ؟ آپ خود بتائیں کہ کیا خرابی ہے ؟ بچے سے بھی پوچھ لو اندھے سے بھی پوچھ لو اس کی خرابیاں گنوا دے گا ! !

بقیہ حاشیہ ص ۲۱

گزشتہ روز..... بی بی اپنے شوہر کے ساتھ اس کے حق میں بیان دینے کے لیے لاہور ہائیکورٹ پہنچی تھی کہ ہائیکورٹ کے ججز گیٹ کے قریب گھات لگائے بیٹھے اس کے باپ، ماموں زاد سابقہ منگیتر اور مسلح بھائیوں نے فائرنگ کر دی جس سے گھبرا کر..... بھاگی اور گر پڑی، ملزموں نے لڑکی کو دبوچ لیا اور اس کے سر پر اینٹوں کے وار کر کے لہولہان کر دیا اور فرار ہو گئے۔ راہگیروں نے ..... کے والد ..... کو قابو کر لیا اور زخمی لڑکی کو ہسپتال پہنچایا جہاں ڈاکٹر نے اس کی موت کی تصدیق کر دی۔ (روزنامہ نوائے وقت ۲۸ مئی ۲۰۱۴ء)

جج کہتا ہے اللہ سے مذاق چل رہا ہے اللہ کے رسول سے مذاق چل رہا ہے اس کے دل میں خوفِ خدا نہیں ہوتا، ہائیکورٹ کا جج ہے اس سے پوچھو کہ ایک آدمی قتل ہوتا ہے عدالت کہتی ہے اس قاتل کو پھانسی دے دو، پھر سیشن کورٹ پھر ہائی کورٹ میں سماعت ہوتی ہے پھر سپریم کورٹ میں، سپریم کورٹ کہتی ہے پھانسی دے دو، پھر وہ صدر سے رحم کی اپیل کرتا ہے جو شراب بھی پیتا ہے بدکاری بھی کرتا ہے، پاکستان کے قانون میں یہ شق نہیں ہے کہ صدر متقی نیک ہو، یہ نہیں ہے کوئی نہیں ہے، جن کا رشتہ دار مرا ہے اس کے بیٹے، بیٹیاں، بہن، بھائی اور دوسرے ان سے رحم کی اپیل نہیں کر رہا بلکہ صدر سے کر رہا ہے جس کا وہ کچھ نہیں لگتا، اور صدر اُس سے کہتا ہے کہ اس کو معاف کر دیا رحم کی اپیل قبول کر لی ! اگر صدر کا بیٹا مرا ہوتا تو وہ رحم کی اپیل قبول کرتا ؟ صدر کا بھائی یا صدر کا باپ مرا ہوتا تو وہ رحم کی اپیل قبول کرتا ؟ تو یہ قانون اللہ اور رسول سے مذاق ہے یا نہیں ؟ اور اس قانون میں خرابی ہے یا نہیں ؟

اور وہ بغل میں ہاتھ دبائے بڑے مزے سے کہہ رہا تھا اس لیے کہ وہ اس وقت ہائی کورٹ کی کرسی پر بیٹھا تھا، اگر میں اس کی کرسی پر اس وقت بیٹھا ہوتا پھر میں اس سے پوچھتا کہ یہاں بات کرو میں نے تو پھر بھی کوئی بات کی اور یہ تو زمین پر ناک سے لکیریں نکلوانے لگ جاتے ہیں یہ ایسے بے ضمیر لوگ ہوتے ہیں لیکن اللہ کے دین سے مذاق کرنے میں ان کو بہت لطف آتا ہے ! !

اس لڑکی کو ہائیکورٹ کے احاطہ میں قتل کر دیا، آپ سب نے سنا ہوگا ٹی وی پر بھی آیا ! ہم یہ نہیں کہتے کہ اس نے اچھا کیا، اس نے برا کیا، برے انداز میں کیا ! اسے چاہیے تھا ماں باپ سے کہتی، یہ کام اس طرح سے ہوتا، نہیں ہوتا، صبر کر لیتی لیکن یوں نہ کرتی، لڑکے نے بھی غلطی کی، اس نے بھی کی، کیونکہ بیٹی ماں باپ اور بھائیوں کی عزت ہوتی ہے انہوں نے اس کو پالا ہے جوان کیا ہے، اس چیز میں شرمندگی، عار اور بڑی پریشانی ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود اس کی سزا موت نہیں ہوتی ! !

مظلوم اور ظالم :

ایک آدمی نے آپ کو مکا مارا، آپ کو حق پہنچتا ہے کہ ویسا ہی ایک مکا اس کو مار لیں، بس

معاف کریں گے تو اجر وثواب ملے گا اور اگر مارنا چاہیں تو ایک مکا مار سکتے ہیں، اس نے کمر پر مار دیا آپ نے منہ پر مار دیا تو وہ کمر پر مکا مارنے والا مظلوم بن گیا اُسی وقت، کیونکہ اس نے بدلہ جتنا لینے کا حق تھا اس سے زیادہ کا لے لیا، اس نے ایک مارا اس نے جواب میں دو مار دیے اور وہ مظلوم بن گیا یہ ظالم بن گیا، پہلے وہ ظالم تھا یہ مظلوم تھا، اس عمل سے اب مظلوم ظالم بن گیا !

نبی علیہ السلام کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خوب لوٹ مار کرو، مست رہو، بدمعاشیاں کرتے رہو اور کہو کہ میں بڑا غیرت مند ہوں، تم بہت بڑے بے غیرت ہو ! ! یہ بھائی غیرت مند نہیں ہیں جنہوں نے یہ حرکت کی، غیرت مند ہوتے تو دوسرے کی بہو بیٹی کی بھی ایسی ہی عزت کرتے ! آج کل اپنی بہن کے لیے ایسے نہیں کرتے، کم ہیں جو غیرت مند ہیں ! بھائی خود بے پردلیے پھرتے ہیں، باپ اپنی بیٹیوں کو بے پردلیے پھرتا ہے، غیرت کہاں ہے ؟ غیرت ہوتی تو یہ وقوعہ نہ ہوتا ! تم مسلمان ہو، اللہ نے تمہیں مسلمان بنایا ہے، تم کیوں ایسا کر رہے ہو ؟ ہم نے دین کا مطلب بگاڑ دیا، نبی علیہ السلام کی تعلیمات کے مطلب کو مسخ کر دیا ! !

نظامِ تعلیم :

وہ دن کب آئے گا جب حکمرانوں کو راتوں کو نیند نہیں آئے گی، عوام رو رہے ہیں اور حکمران مزے کی نیند سو رہے ہیں ! جناب جج صاحب سے پوچھیں کیا آپ راتوں کو جاگتے ہیں ؟ ظالم اور مظلوم کا تماشا ہو رہا ہے عدالت میں، آپ کی کون سی نیند اُڑ رہی ہے ! جب آپ کی نیند نہیں اُڑتی تو ان کی بھی نہیں اُڑتی، دونوں ایک جیسے تو ہیں ! فرق یہ ہے ان کو صدارت کی کرسی پر بٹھا دیا اور ایک کو جج کی کرسی پر بٹھا دیا ایک جیسے کیونکہ دونوں ایک سکول کالج سے پڑھ کر آئے ہیں اور وہ سکول کالج انگریز نے بنائے ہیں ! ہمارے ملک کے جتنے سکول کالج ہیں ان کا نظامِ تعلیم انگریز کا بنایا ہوا ہے، اسلام یا مسلمانوں کا ہرگز نہیں، جتنے بھی اس سے پڑھ کر آئیں گے یہی کچھ ہوگا، یہ میں آپ کو لکھ کر دے سکتا ہوں، اس سے بھی بدتر حالات ہوں گے ! جب تک سکول کالج کا یہ نظام اس ملک میں موجود رہے گا ہم تباہی کی طرف جاتے رہیں گے ! اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے ! !

ظلماً قتل کیے جانے والا شہید ہے :

اس بچی نے تو برا ہی کیا لیکن ہم اس کے لیے دعا ہی کرتے ہیں اللہ اس کی مغفرت فرمائے وہ شہید ہوگئی ہے کیونکہ وہ ظلماً ماری گئی ہے ! اس کے جرم کی یہ سزا نہیں تھی، ٹھیک ہے اس نے بہت برا کیا، اس کی مذمت کرتے اس کا بائیکاٹ کر دیتے، لیکن مار دو اس طرح سے اور اسے غیرت کا نام دو، یہ درست محمل نہیں ہے ! غیرت تو ایمان کے ساتھ ہوتی ہے، بے ایمانی کے ساتھ غیرت کا کوئی جوڑ نہیں ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا تم غیرت پر حیران ہوتے ہو، میں تم سب سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے [1] غیرت کا تو ایمان کے ساتھ جوڑ ہے، بے ایمانی بدعملی اور فسق و فجور کے ساتھ غیرت کا کوئی جوڑ نہیں، اس کے ساتھ جہالت کا جوڑ ہے ! !

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو دین کی سمجھ بھی دے اس کی قدر بھی دے، ہمارے حال پر رحم فرمائے اور یہاں کے حکمرانوں اور عوام کو توفیق دے وہ اچھے برے کی تمیز کریں، اسلام کو عملی طور پر پسند کریں، صرف زبانی جمع خرچ نہیں، اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے ! !

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۞ ۞ ۞

اخبار الجامعہ

۱۴/ اکتوبر ۲۰۲۶ء کو جامعہ مدنیہ جدید کے نائب مہتمم حضرت مولانا سید مسعود میاں صاحب کی دعوت پر امام الاولیاء حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے پوتے، جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل صاحب قادری مدظلہم مع رفقاء انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور جامعہ کی مسجد حامد میں مجمع سے مفصل بیان فرمایا، بعد ازاں واپس تشریف لے گئے

---

[1] مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح رقم الحدیث ۳۳۰۸

درسِ حدیث (۱۱) اسلامی مارشل قوانین (۹)

محمود الملة والدّین شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحبؒ جامعہ مدنیہ جدید کی مسجد حامد میں ''خانقاہ حامدیہ چشتیہ'' کے تحت ہونے والی مجلس ذکر کے بعد ہر اتوار بعد نمازِ مغرب درس حدیث دیا کرتے تھے جن کی ریکارڈنگ جامعہ کے استاذ مفتی محمد فہیم صاحب کرتے تھے، ان دروس کی افادیت کے پیشِ نظر اِن دروس کو ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ذریعہ ہر ماہ حضرتؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچانے کا اہتمام کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے اس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین (ادارہ)

مجبور مسلمان قیدی کے احکام !

﴿ افادات : شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحبؒ ﴾

عنوانات و نظرِ ثانی : ڈاکٹر محمد امجد غفرلہٗ

(۲۸ر جمادی الاوّل ۱۴۳۵ھ / ۳۰ر مارچ ۲۰۱۴ء)

۞ ۞ ۞

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

امام محمد رحمۃ اللّٰہ علیہ اپنی کتاب اَلسِّیَرُ الکبِیْر کے بَابُ الْاَسِیْرِ الْمُسْلِمِ میں احکام بتا رہے ہیں کہ مسلمان قیدی ہو کافروں کے ہاتھ میں کافروں کے ملک میں مَا یَسَعُہٗ اَنْ یَّفْعَلَہٗ لَھُمْ اِذَا اَکْرَھُوْہُ وَمَا لَا یَسَعُہٗ اس میں اس کے لیے یہ بتا رہے ہیں کہ اگر ایک مسلمان کافروں کے ہاتھ قید ہو جائے خدانخواستہ اور وہ اس کو مجبور کریں کہ یہ کرو ! تو اُن کے جبر کی وجہ سے کون سے کام ہیں جو وہ کرسکتا ہے اور کون سے کام کرنے کی گنجائش نہیں ہے ؟

امام محمد رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں وَلَوْ قَالُوْا لِاَسِیْرٍ مُسْلِمٍ کسی مسلمان قیدی سے انہوں نے یوں کہا اُقْتُلْ لَنَا ھٰذَا الْاَسِیْرَ الْمُسْلِمَ اَوْ لَنَقْتُلَنَّکَ یہ جو ہمارے پاس دوسرا مسلمان قیدی ہے

اس کو قتل کر دو ! گویا ایک مسلمان قیدی کو دوسرے مسلمان قیدی کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسے مارو قتل کر دو اَوْ لَنَقْتُلَنَّكَ یا ہم تجھے قتل کریں گے ! یا تو تو اسے قتل کر، نہیں تو ہم تجھے قتل کرتے ہیں ! اب کیا کریں ؟ یہاں جبر پایا گیا اِکْرَاہْ مجبور کر رہا ہے اسے، قتل کی دھمکی دے گئے اسے قتل کر دو تو کیا قتل کرے گا یا نہیں کرے گا؟ گنجائش ہے یا گنجائش نہیں ہے ؟ ؟

امام محمد رحمة اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں لَمْ یَسَعْهُ اَنْ یَّقْتُلَهُ قتل نہیں کر سکتے یہ اس کو اس جبر کی وجہ سے شرعاً اس چیز کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ اسے قتل کرے ! کیوں ؟

مسلمان کے قتل میں تقیہ نہیں ہے :

امام محمد رحمة اللّٰہ علیہ نقلی دلیل دے رہے ہیں کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے لَيْسَ فِي الْقَتْلِ تَقِيَّةٌ قتل میں اپنا بچاؤ نہیں ہوسکتا، بچاؤ کے طور پر مصلحت کے طور پر کسی کو قتل کرے یہ نہیں ہوسکتا ! اب یہاں نقلی دلیل تو دے ہی دی، عقلی دلیل بھی دے رہے ہیں وَلِاَنَّهُمْ اَمَرُوْهُ بِالْمَعْصِيَةِ وَلَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوْقِ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ دلیل دیتے ہیں کہ اس کو حکم دے رہے ہیں معصیت کا، قتل کر دو مسلمان کو ! اور یہ حکم دینے والی مخلوق ہے، اللہ تو نہیں دے رہا حکم، کافر دے رہے ہیں مخلوق میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ قتل نہیں کرنا تو اب دو چیزیں آ گئیں ایک خالق ایک مخلوق تو کہتے ہیں کہ خالق کی نافرمانی کی شکل میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاتی اس لیے یہ قتل نہیں کرے گا ! !

وَهُوَ بِالْاِقْدَامِ عَلَى الْقَتْلِ يَجْعَلُ رُوْحَ مَنْ هُوَ مِثْلُهُ فِي الْحُرْمَةِ وِقَايَةً لِرُوْحِهٖ اگر یہ اقدام قتل کا کرتا ہے، کیا کر رہا ہے اس میں، اس اقدام کو کیوں کر رہا ہے ؟ کہ اپنے جیسے کی روح کو جو حرمت میں اس جیسی ہے، جو حرمت اس کی روح کو حاصل ہے وہی حرمت اس کی روح کو حاصل ہے وہ بھی مسلمان کی روح ہے یہ بھی مسلمان کی روح ہے، وہ بھی مسلمان کی جان ہے یہ بھی مسلمان کی جان ہے تو اگر یہ قتل کرتا ہے تو حرمت میں جس کی روح اسی جیسی ہے اس کو اپنی روح کو بچانے کے لیے ڈھال بنا دیا، اس کو مار دیا اور اپنے کو بچا لیا حالانکہ روحیں تو دونوں ایک جیسی ہیں، جان تو دونوں ایک طرح

کی ہیں، دونوں مسلمان ہیں، وہ بھی مسلم جان اور یہ بھی مسلم جان، وہ بھی مسلم روح یہ بھی مسلم روح ! تو اس صورت میں یہ ایسے کام کی طرف بڑھ رہا ہے کہ جس میں بندوں پر ظلم ہو رہا ہے کیونکہ یہ ظلم ہو گیا، اس کی بھی جان ویسی ہی قیمتی ہے جتنی اُس کی ! جو حرمت اس کو حاصل ہے وہی حرمت اس کو بھی حاصل ہے تو اُس کو اس کی حرمت کی خاطر کیسے قربان کر سکتا ہے ؟ قربان کرنے کے لیے تو جو اعلیٰ چیز ہوتی ہے اس کے لیے چھوٹی چیز قربان کر دی جاتی ہے، چھوٹی چیز کے لیے اعلیٰ چیز قربان نہیں کی جاتی ! اور ایک جیسی چیز کے لیے بھی قربان نہیں کی جا سکتی ! جب دو چیزیں ہیں اور ان دونوں چیزوں کی حرمت بالکل ایک ہی ہے جیسے دو سیب ہیں، یہ بھی سیب ہے جو اس کی ویلیو وہی اس کی ویلیو، اس سیب کو کاٹ دو ورنہ میں اس سیب کو کاٹ دوں گا، بیکار بات، نہ یہ سیب اس کے لیے وقایۃ (ڈھال) بناؤ تو کوئی فائدہ نہیں نہ اس کو اس کے لیے وقایۃ (ڈھال) بناؤ کیونکہ ایک نے تو کٹنا ہے اور دونوں ایک جیسے ہیں دونوں سیب ہیں تو ہم کہیں ہم نے اس سیب کو کاٹ کر اس کو بچا لیا، کیا کام کیا ؟ وہ تو کٹ گیا، وہ بھی تو سیب ہی تھا تو اس لیے بیکار ہے یہ عمل ! !

تو فرماتے ہیں نہیں وَيَقْدَمُ عَلٰى مَا هُوَ مِنْ مَظَالِمِ الْعِبَادِ وَلَا رُخْصَةَ فِيْ ذٰلِكَ اللہ کے ہاں ایسی چیزوں کے لیے رخصت نہیں ہے ! کیونکہ دونوں ایک جیسی ہیں تو یہاں پر اس قیدی کو اجازت نہیں کہ اُس کو قتل کرے اگرچہ وہ اس کو قتل ہی کر دیں تو قتل کر دیں گے تو یہ شہید ہے ! اگر اس کو قتل کر دیا اس بات پر کہ تو نے اسے قتل کیوں نہیں کیا تو اسے مرتبہ شہادت ملے گا ! !

ایک مسئلہ :

آگے ایک اور مسئلہ بتلا رہے ہیں وَاِنْ قَالُوْا اِشْحَذْ لَنَا هٰذَا السَّيْفَ اس تلوار کی دھار لگاؤ اس کو حکم دیا کہ تلوار تیز کرو اس کو دھار لگاؤ مِشْحَذْ کے ذریعے مِشْحَذْ اسے کہتے ہیں جو آپ نے دیکھا بھی ہو گا، اب تو نہیں پہلے پھرا کرتے تھے کندھے پر اٹھا کر، ان کے پاس ایک بڑی گول ریتی ہوتی تھی چھریاں تیز کرا لو، چھریاں تیز کرا لو، چاقو تیز کرا لو، گلی کوچوں میں لوگ انہیں چھری دیتے تھے وہ پیر سے اسے چلاتے تھے گھومتی ہے وہ گول، کارخانوں میں بھی ہوتی ہے اسے مِشْحَذْ کہتے ہیں تو اس نے کہا

کہ تلوار تیز کرو حَتّٰی نَقْتُلَ بِهٖ هٰذَا الرَّجُلَ الْمُسْلِمَ تا کہ ہم اس سے اس مسلمان آدمی کو قتل کر دیں تیز کرو، یہ کہہ رہے ہیں اَوْلَمْ یَذْکُرُوْا هٰذِهِ الزِّیَادَةَ یہ زیادہ ذکر ہی نہیں کیا بس اتنا کہا تیز کرو تلوار تو کہتے ہیں فَاِنْ کَانَ لَا یَخَافُ عَلٰی نَفْسِهٖ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّعْمَلَ شَیْئًا مِنْ ذٰلِكَ اسے دھمکی نہیں دی ہے انہوں نے بس یہ کہا ہے تلوار تیز کرو تا کہ ہم اس مسلمان کو قتل کریں لیکن اس کے بارے میں دھمکی نہیں دی کہ ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے، یہ کچھ نہیں کہا تو کہتے ہیں اب اسے چونکہ اپنی جان پر خطرہ نہیں ہے فَاِنْ کَانَ لَا یَخَافُ اگر اسے اپنا خطرہ نہیں ہے تو اس کو مناسب نہیں ہے کہ یہ کچھ بھی کرے، نہ کرے، بہتر یہی ہے کہ نہ کرے کیونکہ اسے جان کا تو خطرہ نہیں ہے، انہوں نے دھمکی تو نہیں دی کہ ہم تجھے مار دیں گے تو بہتر یہ ہے کہ نہ کرے لِاَنَّهُمْ اِنَّمَا یَاْمُرُوْنَ بِهٖ لِیَتَقَوَّوْا بِهٖ عَلٰی قِتَالِ الْمُسْلِمِیْنَ کہتے ہیں یہ اصل میں حکم دے رہے ہیں اس کو ایک ایسی چیز کا جس کے ذریعے مسلمانوں کو قتل پر قدرت ہو جائے گی، قوت حاصل ہو جائے گی تقویت کے لیے کہہ رہے ہیں کہ یہ کام کر دو تا کہ ہمیں تقویت ہو جائے وَلَا رُخْصَةَ لَهٗ فِیْ اِعَانَتِهِمْ عَلٰی ذٰلِكَ لہٰذا مسلمانوں سے قتال کرنے میں مدد دینے کی اجازت نہیں ہے کہ تم ایسا کام کرو جس سے کافروں کو قوت حاصل ہو کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں ! !

فوجی قوانین اور مسائل کی اہمیت :

اب یہ مسائل فوجیوں کو بتانے کے ہیں یا نہیں ہیں ؟ فوجی افسران کو آنے چاہئیں سب کو جنرل کو، میجر جنرل کو، لیفٹیننٹ جنرل کو، کور کمانڈر کو، بریگیڈیئر، میجر، کرنل، لیفٹیننٹ کرنل، سب کو آنے چاہئیں، ضروری ہیں آنا کیونکہ یہ مسائل انہیں پیش آ سکتے ہیں ! !

بنگلہ دیش میں ایسا معاملہ ہوا پاکستان ٹوٹ گیا تھا اور وہاں نوے ہزار قیدی ہو گئے تھے مسلمان فوجی ہمارے وہاں، اب کوئی بھی کسی امتحان میں پڑ سکتا ہے تو یہ مسائل معلوم ہونے چاہئیں یا نہیں ہونے چاہئیں ؟ ان میں بریگیڈیئر بھی تھے ان میں جرنیل بھی تھے افسران بھی تھے قیدی، فوج کے چاہے افسران ہوں چاہے عام فوجی ہوں یہ ضروری چیزیں انہیں معلوم ہونی چاہئیں لیکن بالکل نہیں سکھائی جاتیں، جو امریکہ سے ٹریننگ ملے گی وہ سکھا دیں گے الٹی سیدھی چیزیں بس اس لیے

ضروری ہے کہ ہمارے ہر مسلم ملک میں مسلمان فوجیوں کو یہ مارشل قوانین آنے چاہئیں، یہ فوجی قوانین بھی ہیں بین الاقوامی قوانین بھی ہیں یہ سب ان کو نام دے سکتے ہیں کسی بھی باب کے تحت لا سکتے ہیں قیدیوں کے مسائل بھی کہہ سکتے ہیں اسے قیدیوں کی ابتلاء کہہ سکتے ہیں کہ قیدی اگر آزمائش میں آجائے تو کیا کریں ؟ اب ابتلاء ہے، یہ قیدی کے لیے آزمائش ہے ان آزمائشی مسائل کا کیا حل ہے ؟ اسے علم ہونا چاہیے تھوڑا بہت تو ہو، ہم یہ تھوڑی کہتے ہیں کہ ہر جرنیل عالم مفتی بن جائے وہ تو ممکن بھی نہیں ہے لیکن چھوٹے چھوٹے موٹے موٹے مسائل تو اسے پتا ہوں ! !

تو کہتے ہیں کہ یہ نہیں کرے گا، ہاں اگر اسے قتل کی دھمکی دیں کہ تو اس تلوار کو تیز کر ورنہ تجھے قتل کر دیں گے فَحِیْنَئِذٍ لَا بَاْسَ تو یہ کام کر سکتا ہے ! !

وہاں اوپر والا مسئلہ اور تھا جس میں کہہ رہے تھے کہ اس کو تو قتل کر یہاں نہیں کرے گا لیکن یہاں کہتا ہے تلوار تیز کر دو تو اب یہاں دھمکی دی ہے ورنہ تجھے مار دیں گے تو تلوار تیز کر سکتا ہے یہاں پر گنجائش ہے ! تو فرما رہے ہیں کہ یہاں پر یہ کام کر سکتا ہے لِاَنَّہٗ لَیْسَ فِیْمَا اَمَرُوْہُ بِہٖ مَظْلِمَۃٌ لِلْمُسْلِمِ اس میں کسی مسلمان پر براہِ راست فوری کوئی ظلم اس کے ہاتھوں صادر نہیں ہو رہا، بس تلوار تیز کر رہا ہے وَفِیْہِ دَفْعُ شَرِّ الْقَتْلِ عَنْ نَفْسِہٖ البتہ یہ ہو رہا ہے کہ اپنے اوپر جو ایک قتل کا شر اس کی طرف متوجہ ہو گیا اس دھمکی کے بعد اس کو دفع کر دیا اس نے ! !

مسائل کی دونوں صورتوں میں فرق :

وہاں بھی اگر اپنے سے دفع کرتا پہلی صورت میں تو اسی جیسی روح اس میں مبتلا ہو گئی تھی، فائدہ نہیں ہو رہا تھا، یہاں پر کسی مسلمان کو قتل تو اپنے ہاتھ سے نہیں کر رہا، نہ ہی انہوں نے کہا کہ تلوار تیز کر دو، تو یہاں اس نے تیز کر کے اپنے سے اس قتل کے شر کو دفع کر دیا وَھٰذَا لِاَنَّہٗ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ لَھُمْ ذٰلِكَ اگر یہ نہیں کرے گا ان کے لیے، کہتے ہیں کہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بالفرض یہ تلوار تیز نہیں کرتا، انہوں نے کہا ہم تجھے قتل کر دیں گے اگر تو تلوار تیز نہیں کرے گا تو یہاں گنجائش ہے کہ تیز کر دے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگر تیز نہ کرے تو بھی تو قتل نہیں ہو گا نہ یہ نہ وہ، لیکن کہتے ہیں نہیں

اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ لَھُمْ ذٰلِكَ تَمَكَّنُوْا مِنْ قَتْلِ الْاَسِیْرِ بِغَیْرِ السَّیْفِ اگر اس نے تلوار تیز نہ کر کے دی تو بھی انہیں قدرت ہے کہ وہ قیدی کو بغیر تلوار کے کسی اور طرح قتل کر دیں، قتل تو کئی طرح ہوتا ہے، قیدی تو ان کے قابو میں ہے یہ بھی اور وہ بھی تو اگر تلوار سے قتل نہیں کریں گے تو کسی اور چیز سے قتل کر دیں گے، لوہے کا سریا مار دیں سر پھاڑیں اس سے، سینے پر زور سے مار دیں، مکا مار دیں، ٹھڈے لاتیں سینے پر سر پر ماریں تو بھی انسان مر جاتا ہے، اٹھا کر اوپر چھت پر سے اسے نیچے پھینک دیں، کئی چیزیں ہیں جس صورت میں وہ قتل کر سکتے ہیں تو اس لیے اس صورت میں یہ تیز کر کے دے سکتا ہے، انہیں یہاں پر گنجائش ہے، اپنے سے قتل کے شر کو دفع کرنے کے لیے یہاں پر اسے گنجائش ہے کہ یہ کام کرے !

کتنی محنت کی ہے ان حضرات نے، اندازہ کرو، اتنے باریک باریک مسائل کیسی محنت سے حل کر کے پیش کیے ہیں اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ! !

اسلامی قوانین اور ضابطے :

تین یا چار ضابطے تقریباً یہاں آپ کو اب تک معلوم ہو گئے ہیں ایسی صورت میں کہ اگر قیدی کافروں کے ہاتھوں میں ہو اور اس کو مجبور کیا جائے تو کون سی صورت میں کس چیز پر عمل کرے گا اور کس چیز پر عمل نہیں کرے گا ! !

وَذٰلِكَ لَوْ قَالُوْا اُنْجُرْ لَنَا ھٰذِهِ الْخَشَبَةَ حَتّٰی نُصَلِّبَ عَلَیْھَا ھٰذَا الْمُسْلِمَ اَوْ لَنَقْتُلَنَّكَ یَسَعُهُ ذٰلِكَ اسی طرح اگر کافر مسلمان قیدی سے کہتے ہیں کہ یہ جو لکڑی ہے اس لکڑی کو کاٹو، رگڑو، چھیل کر جیسے کہ وہ بڑھئی کام کرتا ہے نجار، بڑھئی، کارپینٹر، وہ جو کام کرتے ہیں وہ اسے آتا ہوگا کاریگر ہوگا جانتا ہوگا تو اس کو کہا کہ یہ لکڑی صحیح کرو کاٹ چھانٹ کے اس کو ایسے بناؤ تا کہ اس پر ہم اس قیدی کو سولی دیں ! ہم دوسرے مسلمان قیدی کو اس پر سولی دیں گے، یہ کرو، یہ اسے حکم دے رہے ہیں یا ہم تجھے قتل کر دیں گے تو کیا کرے ؟ کہتے ہیں کر دے، یہ بھی ویسے ہی جیسے تلوار دھار تیز کرنی تھی تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ اپنے سے قتل کے شر کو دفع کر دیا اس صورت میں ! اور دوسری صورت میں اگر نہیں کرے گا تو وہ اسے اس طرح نہیں تو کسی اور طرح قتل کر دیں گے، قتل کرنے پر تو قدرت ہے انہیں سولی کے ذریعے نہیں

کریں گے تو کسی اور طرح قتل کر سکتے ہیں تو یہاں پر اپنے سے قتل کے شر کو دفع کرنے کے لیے یہ کام کرسکتا ہے ! یہاں پر یہ فرمارہے ہیں کہ گنجائش ہے اس کو کہ یہ لکڑی کو چھیل کر بنادے یا تلوار کو تیز کردے ! اللہ کے نزدیک شہید ہوگا :

آگے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِلَّا اَنَّهٗ مَعَ هٰذَا اِنِ امْتَنَعَ حَتّٰى يَقْتُلَ كَانَ مَاجُوْرًا اس کے باوجود اگر اس نے نہیں کیا نہیں میں نہیں کرتا، تلوار بھی تیز کرنے سے انکار کردیا کہ نہیں کروں گا حتی کہ انہوں نے اسے قتل کردیا تو کہتے ہیں اس کو اجر ملے گا اللہ کے ہاں یہ شہید ہوگیا ہے شہید ہے اس پر اجر ہے لِمَا فِيْ امْتِنَاعِهٖ مِنَ الْكَبْتِ وَالْغَيْظِ اس لیے کہ اس کے رُکنے میں ان کو عاجز کرنا ہے اس نے جو روکا اس کام سے تو اس نے ان کو ایک طرح سے عاجز کردیا اور جلن میں اور کڑن میں ڈال دیا کہ ایک چیز ہم کہہ رہے ہیں اور یہ نہیں کر رہا !

وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالُوْا اَمْسِكْ رَاْسَهٗ حَتّٰى نَضْرِبَ عُنُقَهٗ اسی طرح اگر انہوں نے کہا کہ اس قیدی کا سر پکڑو تاکہ ہم اس کا سر تلوار سے کاٹیں وَاِلَّا قَتَلْنَاكَ ورنہ ہم تجھے قتل کردیں گے تو کہتے ہیں كَانَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ سَعَةٍ مِنْ ذٰلِكَ تو یہاں کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے چاہا تو اس میں یہاں اس کو گنجائش ہے اس کا سر پکڑ سکتا ہے ! کہتے ہیں یہاں کیوں گنجائش ہے ؟ سر پکڑ لے اس کا، سر پکڑو تاکہ ہم اسے قتل کریں ورنہ ہم تجھے قتل کردیں گے ! تو کہتے ہیں كَانَ فِيْ سَعَةٍ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى اگر اللہ نے چاہا تو یہ گنجائش ہے کیونکہ لِاَنَّ اِمْسَاكَ الرَّاْسِ لَيْسَ مِنْ قَتْلِ الْمُسْلِمِ فِيْ شَيْءٍ اس لیے کہ سر پکڑنے کو تو قتل میں کوئی دخل نہیں ہے، اگر کسی کا کوئی سر پکڑ لے تو اس سے قتل ہو جائے گا، نہیں ہوگا !

ایک نکتہ :

اب کہتے ہیں کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پر جواب کو ان شاء اللہ تعالٰی کے ساتھ مقید کیا ! ان شاء اللہ اُمید ہے گنجائش ہے قیامت کے دن اس پر پکڑ نہیں ہوگی اس لیے کہ اس فعل میں مسلمان کے ساتھ ایک قسم کا تعرض ہوا ہے، ایک قسم کا قتل میں کسی نہ کسی طرح پہلے کی نسبت ذرا اس کے قتل کے عمل میں جیسے کچھ شریک ہو رہا ہے، اس طرح کی چیز پائی جارہی ہے اس لیے یہاں

ان شاء اللّٰہ بھی کہا ہے کہ امید ہے زیادہ وثوق سے جواب نہیں دیا تو اس طرح کا جواب دیا، جواب کو استثنٰی کے ساتھ اس لیے کیا لِاَنَّ فِیْ فِعْلِهٖ تَعَرُّضًا لِلْمُسْلِمِ بِخِلَافِ شَحْذِ السَّیْفِ وَنَجْرِ الْخَشَبَةِ بخلاف تلوار کے تیز کرنے میں اور وہی لکڑی کو صلیب کی شکل میں بنانے کے فَلَیْسَ هُنَاكَ فِیْ فِعْلِهٖ تَعَرُّضٌ لِلْمُسْلِمِ اُس فعل میں مسلمان کے ساتھ تعرض نہیں تھا قتل میں وہ تو اور طرح بھی قتل کر سکتے تھے اور وہ ایک دور کی چیز ہے کہ کردی بنادی اب کریں نہ کریں وہ تو آگے ان کی مرضی ہے ان کا فعل ہے ! !

امام محمد رحمة اللّٰہ علیه فرماتے ہیں وَلَوْ كَانَتْ یَدُ الَّذِیْ یَضْرِبُ بِالسَّیْفِ ضَعِیْفَةً اسی طرح وہ کافر جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے تلوار سے اس کے ہاتھ میں اتنی قوت نہیں ہے کمزور ہے طبعًا اب اس کافر نے اس مسلمان قیدی سے کہا اَمْسِكْ بِیَدِكَ عَلٰی یَدَیْهِ حَتّٰی نَضْرِبَهٗ وَ اِلَّا قَتَلْنَاكَ اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو پکڑو اور قابو کرو حتی کہ میں اس کو ماروں ورنہ تجھے قتل کردیں گے یہاں اجازت نہیں ہے لَمْ یَسَعْهُ اَنْ یَّفْعَلَ هٰذَا یہاں نہیں کرے گا، اس لیے کہ لِاَنَّ فِیْهِ اِعَانَةً عَلَی الْقَتْلِ بِعَیْنِهٖ یہاں بعینہٖ قتل پر اعانت (مدد) کر رہا ہے وَلَا رُخْصَةَ فِی الْاِعَانَةِ عَلٰی قَتْلِ الْمُسْلِمِ جیسا کہ پہلے تھا، اس لیے یہ نہیں کرنا چاہیے ! !

حدیث شریف سے رہنمائی :

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ اَعَانَ فِیْ دَمِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ جس نے کسی مسلمان کے قتل کرنے میں ایک حرف کی بھی مدد کی ایک لفظ ایک کلمے کی بھی مدد کردی چھوٹی سی بات کہہ کر تو جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَكْتُوْبًا عَلٰی عَیْنَیْهِ آیِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی (اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهُ) قیامت کے دن آئے گا اس طرح پر کہ اس کے یہاں لکھا ہوگا ''یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے'' یعنی اللہ کی رحمت کے دروازے اس پر بند ہو چکے ہیں العیاذ باللّٰہ اللہ بچائے ! !

لیکن اگر انہوں نے کہا وَلَوْ قَالُوْا دُلَّنَا عَلٰی سَیْفٍ نَقْتُلُهٗ بِهٖ وَاِلَّا قَتَلْنَاكَ لَمْ یَكُنْ آثِمًا فِی الدَّلَالَةِ ، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی انہوں نے اس سے کہا ہمیں تلوار بتاؤ کہاں ہے ؟ تلوار کہاں رکھی ہے ؟ ہم اس کو قتل کریں گے اس کے ذریعے ورنہ ہم تجھے قتل کردیں گے ! اگر اس نے بتادی وہ ہے تلوار

تو کہتے ہیں کہ یہاں پر بتانے میں اس کو گناہ نہیں ہے ان شاء اللّٰہ تعالٰی ! پسٹل بتاؤ کہاں ہے ؟ ریوالور بتاؤ کہاں ہے ؟ سَیْف کا اطلاق اسلحہ پر بھی ہوتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ علیہ کے نزدیک سَیْف بول کر اسلحہ مراد ہے چاہے جو بھی ہو، پسٹل ہے ریوالور ہے اس کو بھی کہا جائے گا اس لیے کہ یہ جواس نے بتایا کہ وہ ہے تلوار، کیا اس کا یہ فعل قتل ہے ؟ یہ قتل نہیں ہے لِاَنَّ فِعْلَهٗ لَيْسَ بِقَتْلٍ اور وہ اگر نہ بتاتا وَهُوَ لَا يَدُلُّهُمْ تو کیا کرتے ؟ قَدَرُوْا عَلٰى قَتْلِهٖ تو وہ اس کے قتل پر قادر تھے اسے قتل کر دیتے ! ! وَهُوَ لَوْ لَمْ يَدُلَّهُمْ قَدَرُوْا عَلٰى قَتْلِهٖ اس کے قتل پر بھی اور اس کے قتل پر بھی قادر ہیں کس طرح ؟ بِحَجَرٍ پتھر سے قتل کرتے اسے، اگر یہ نہ بتائے گا تو وہ اسے پتھر سے بھی قتل کر سکتے تھے یا اس کے علاوہ اور کسی چیز سے ! کہتے ہیں قید استثنٰی کی ان شاء اللّٰہ کہا ہے لِاَنَّ الدَّلَالَةَ عَلَى الْقَتْلِ بِمَنْزِلَةِ مُبَاشِرَةِ الْقَتْلِ مِنْ وَجْهٍ قتل پر دلالت مباشرت بالقتل ہے اس وجہ سے ان شاء اللّٰہ کہا ہے حتمی نہیں کہا اس کو، کوئی گناہ نہیں ہے یہ اس کے لیے بالکل اجازت ہے اس بات کو حتمی نہیں کہا ! !

آگے دلیل دے رہے ہیں استشہاد کر رہے ہیں دوسری چیز سے کہ اَلَا تَرٰى اَنَّ الْمُحْرِمَ اِذَا دَلَّ عَلٰى قَتْلِ صَيْدٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْجَزَاءِ مَا عَلَى الْقَاتِلِ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حالتِ احرام میں اگر کسی نے کسی مُحرم کو بتایا کہ وہ ہے شکار، یہ ہے نیزہ، اسے مار دو تو اب اگر اس نے اسے مار دیا شکار کیا تو اس پر بھی جزا ہے اور اس پر بھی جزا ہے دونوں پر آئے گی اس لیے یہاں پر یہ ہے !

اور کہتے ہیں وَاِنْ لَّمْ يَدُلُّهُمْ حَتّٰى يُقْتَلَ اور اگر اس نے دلالت نہ کی انہیں بتایا نہیں کہ تلوار کہاں ہے پسٹل کہاں ہے حتی کہ یہ قتل کر دیا گیا تو كَانَ مَاْجُوْرًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى تو یہ ماجور ہے لِاَنَّهٗ يَمْتَنِعُ مِنْ فِعْلٍ هُوَ بِمَنْزِلَةِ الْقَتْلِ مِنْ وَجْهٍ ایسے کام سے رُکا جو قتل کی طرح تھا اس لیے اللّٰہ اس کو اجر ثواب دیں گے ! باقی باتیں ان شاء اللّٰہ آئندہ بیان کریں گے ! !

اللّٰہ تعالٰی ان حضرات کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ہم کو ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۞ ۞ ۞

خوش نصیب لوگ

۱۲ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۸ھ/ ۲۴ر اکتوبر ۲۰۲۶ء کو جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی میں حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمہ اللہ کا جاری کردہ درسِ قرآن (مدرس قاری تنویر احمد شریفی) چوتھی مرتبہ ختم ہوا، اس موقع پر صدر المدرسین دار العلوم دیوبند حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی دامت برکاتہم نے آن لائن خطاب فرمایا، قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں (ادارہ)

افادات : امیر الہند حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی مدظلہم

عنوانات وحواشی : مولانا محمد عابد، ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ لاہور

۞ ۞ ۞

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

قاری شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ [۱] سے میرا تعلق تھا، میں جب (کراچی) جایا کرتا تھا تو ان سے ملاقات ہوا کرتی تھی، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ [۲] سے تقسیم ملک سے پہلے سے ان کے تعلقات تھے، اسی بنیاد پر اُن کی نظر عنایت میرے اوپر پڑتی تھی اور بڑی محبت کا معاملہ کیا کرتے تھے ! قرآن سے ان کو شغف تھا، پڑھاتے رہے، پوری زندگی اسی کے اندر انہوں نے لگادی ! !

سعادت کی بات :

یہ بڑی سعادت کی بات ہے اولاد کے لیے کہ وہ اپنے بزرگوں کے طریقہ زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں اور اسی طریق کے اوپر کام کر رہے ہیں، قرآن کے ترجمہ اور تفسیر کا سلسلہ جاری ہے ! ! اس کا مطلب یہ ہے قرآن کیا کہتا ہے ؟ یعنی جس ذاتِ والا صفات کا کلام ہے وہ اپنے بندوں کو

---

[۱] خلیفہ ومجاز حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

[۲] شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کیا ہدایت دے رہا ہے ؟ اس کو بیان کرنا، لوگوں کا اس کو سننا اور اس کے بعد اپنی زندگی میں اس کو اُتارنا یہی مقصد ہے ترجمہ اور تفسیر کے بیان کا ! !

''تفسیر'' کا مطلب ؟

''تفسیر'' کہا جاتا ہے عربی زبان میں بیان مراد المتکلم بولنے والا جو بول رہا ہے جن الفاظ کا استعمال کر رہا ہے اس سے بولنے والے کی مراد کیا ہے ؟ اس مراد کو بیان کرنا اسی کو تفسیر کہا جاتا ہے ! !

قرآن کا متکلم اللہ رب العزت والجلال ہے، وہ کیا فرمانا چاہتا ہے ؟ آدمی کی رسائی وہاں تک نہیں ہے، وہ (متکلم) خود بتائے گا کہ اس کی مراد کیا ہے ؟ اور وہ بتائے گا تو کس طرح بتائے گا ؟ ظاہر ہے کہ بطریق وحی بتائے گا اور وحی خاص طور پر انبیاء کی خصوصیت ہے، عام آدمی کو وحی آ کر نہیں بتاتی، جبرائیل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس خدا کا پیغام لے کر آتے تھے اور وہ رسول کو بتاتے تھے کہ اللہ کیا کہنا چاہتے ہیں ؟ قرآن کے الفاظ اور اس کے معانی یہ دونوں کے دونوں جبرائیل امین آ کر آپ کو بتاتے تھے ! !

قرآن کس کا نام ہے ؟

اسی لیے قرآن صرف الفاظ کا نام نہیں ہے بلکہ الفاظ اور معانی دونوں کے مجموعے کا نام ہے، اصولِ فقہ کے اندر جہاں یہ مسئلہ آتا ہے کہ قرآن کس کو کہتے ہیں ؟ تو وہاں هُوَ اسْمٌ لِلنَّظْمِ وَالْمَعْنٰی جَمِیْعًا [1] یعنی قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کا نام قرآن ہے یعنی دونوں بطریق وحی اللہ کے نبی کے پاس آئے ہیں، جبرائیل امین آپ کو الفاظ بھی دیتے تھے اور ان الفاظ کے اندر مرادِ خداوندی جو چھپی ہوئی ہے وہ کیا ہے ؟ وہ بھی بتاتے تھے ! جب جبرائیل چلے جاتے تھے تو نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والسلام قرآن کے الفاظ لکھوا دیتے تھے اور اللہ کیا فرمانا چاہتا ہے ؟ جبرائیل امین نے آپ کو کیا بتایا ہے ؟ آپ وہ بھی صحابہ کو بتایا کرتے تھے ! اس لیے جو حضرات تفسیر اور معانی کو بیان

[1] ''قرآن'' نظم یعنی الفاظ کی ترتیب اور معنی دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

کرتے ہیں، پڑھاتے ہیں، دکھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کررہے ہیں، یہ وہی چیز ہے جس کو جبرائیل امین لے کر آئے تھے، فرق یہ ہے کہ الفاظ وہی ہوں گے جن کو لے کر آئے تھے ان کے اندر کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، رہ گئے معانی، ان معانی کو رسول اللہ ﷺ اپنے الفاظ میں جس طرح کے مخاطب ہوں گے سامنے اُسی طرح معانی ان کو سامنے رکھ کر کے انہیں سمجھائیں گے، یہاں الفاظ کی کوئی قید نہیں ہے، یہی فرق ہے ورنہ معانی الفاظ ہی کی طرح بطریقِ وحی آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ نے ان کو اُمت کے سامنے پیش کیا ہے، صحابہ کے سامنے پیش کیا ہے ! !

خوش نصیب لوگ :

یہ بڑی اچھی چیز ہے جو لوگ یہ کام کررہے ہیں اور جو لوگ اس کو سمجھنے کے لیے آرہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، یہ دونوں کے دونوں بہت خوش نصیب لوگ ہیں کہ وہ قرآنِ عظیم جو نام ہے الفاظ اور معنی دونوں کا، اس سے جڑے ہوئے ہیں، ان کا اس طریقے سے والہانہ تعلق ان کے لیے بہت بڑی سعادت ہے جو اِس دنیا کے اندر وہ کررہے ہیں اور آخرت کے اندر وہ چیز اُن کے کام آئے گی ! مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ قاری صاحبؒ کے خاندان کے اندر یہ چیز چل رہی ہے، قوت کے ساتھ ! !

مطالعہ کر کے معانی کو سمجھ کر اُس کے مفہوم اور مرادِ خداوندی کو تفسیر کی کتابوں سے دیکھ کر حدیث کے ساتھ اپنے تعلق کو جوڑ کر وہاں سے لینا چاہیے کہ مرادِ خداوندی کیا ہے ؟ اور اُسی کو لوگوں کے سامنے رکھنا چاہیے، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف [1] کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اُمت کے لیے اور لوگوں کے لیے اس کو مفید سے مفید تر بنائے !

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

---

[1] حضرت مولانا قاری تنویر احمد صاحب شریفی مدظلہم، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

عظمتِ صحابہؓ اور حضرت مدنیؒ

﴿ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ چکوال ﴾

ہفت روزہ ''ترجمانِ حق'' بنوں کے عظیم مدنی نمبر کے لیے جناب مولانا حضرت گل صاحب مدیر اعلیٰ زید مجدہم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں بھی حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات لکھوں لیکن شیخ العرب والعجم حضرت مدنی قدس سرہٗ جیسی عظیم شخصیت کی مبارک زندگی کے کسی پہلو پر بھی بندہ اپنے اندر اہلیت اور ہمت نہیں پاتا ! ! حضرت کو حق تعالیٰ نے علمی و عملی کمالات کی جو جامعیت عطا فرمائی تھی اس کی نظیر غالباً شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا قدس سرہٗ کے بعد اس صدی میں نہیں پائی جاتی اور اس حقیقت کو متعدد اکابر نے بیان فرمایا ہے ! !

(۱) حضرت لاہوریؒ :

''قطبِ زمان مفسرِ قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار اس طرح فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے چودہ مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب فرمائی ہے اور وہاں روئے زمین کے اولیاء اللہ جمع ہوتے ہیں لیکن میں نے ان چودہ سالوں میں حضرت مدنی جیسا کوئی بزرگ نہیں دیکھا''

(۲) علامہ عثمانیؒ :

بروایت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے فرمایا تھا کہ

''اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں میرے علم میں بسیط ارض پر شریعت و طریقت کا حضرت مدنی سے بڑا آدمی کوئی عالم موجود نہیں'' (الجمعیۃ دہلی شیخ الاسلام نمبر ص ۲۸)

جس سال راقم الحروف دار العلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا ایک مرتبہ دار العلوم کی مسجد میں ایک خصوصی اجلاس ہوا جس میں حضرت مدنی، علامہ عثمانی اور دیگر اساتذہ کرام بھی موجود تھے اجلاس کی صدارت کے متعلق رائے پیش ہوئی تو حضرت مدنی نے فرمایا کہ میں تو صرف صدر المدرسین ہوں، اس پر علامہ عثمانی نے فرمایا کہ حضرت آپ تو صدر علی الاطلاق ہیں اور پھر یہ پڑھا ع

اَلصَّدْرُ مَنْ یَّلْقِیَ الْخُطُوْبَ بِصَدْرِہٖ

''یعنی صدر وہ ہے جو اپنے سینہ سے مصائب کا مقابلہ کرتا ہے''

(۳) حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ :

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) نے مجھ سے یہ بیان فرمایا تھا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری (بانی مدرسہ خیر المدارس ملتان) اس بات کے راوی ہیں کہ

''جب وہ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کے مرض الموت میں بیمار پرسی کے لیے گئے اور وہاں حضرت مدنی اور علامہ عثمانی کے سیاسی اختلاف کا تذکرہ ہوا تو مولانا عثمانی نے فرمایا کہ اس بارے میں مجھے اپنے اخلاص میں تو شک ہوسکتا ہے لیکن مولانا مدنی کے اخلاص میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے''

اور حضرت مدنیؒ کے علمی مقام کا اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے تقریباً چودہ سال تک مدینہ منورہ مسجد نبوی میں درس دیا اور ''شیخ الحرم'' کے لقب سے مشہور ہوئے ! !

(۴) شیخ الہند رحمہ اللہ :

شیخ الاسلام نمبر میں لکھا ہے :

''ایک روز حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ الہند سے عرض کیا: حضرت مولانا حسین احمد صاحب کو حجاز سے آپ یہاں بلالیں تو بہتر ہے وہ دار العلوم کے اہل ہیں اور دار العلوم کو اِن کی ضرورت ہے، وہاں ان کی جگہ پر

کسی دوسرے صاحب کو متعین فرما دیجیے، حضرت شیخ الہند نے معمولی سکوت کے بعد فرمایا :

''محمد انور ! تم جانتے ہو حسین احمد وہاں بہت اہم امور انجام دے رہے ہیں ! حجاز کے مشہور شافعی، مالکی اور حنبلی علماء آتے ہیں اور شریکِ درس ہوتے ہیں جن کا مقصد صرف امام اعظم علیہ الرحمہ اور ان کے مسلک پر اعتراض کرنا ہوتا ہے ! حسین احمد مناسب جواب دیتا ہے ! اور کسی کے بس کی بات نہیں جو اتنا بڑا کام انجام دے سکے، انہیں وہیں رہنے دو''

بعد ازاں جب علامہ سید انور شاہ صاحب کے جانے کی وجہ سے دار العلوم دیوبند میں شدید ضرورت محسوس کی گئی تو حضرت مدنی کو مدینہ منورہ سے جدا ہونا پڑا اور پھر تقریباً پینتیس سال دار العلوم دیوبند کی مسندِ حدیث پر فائز رہے اور ہزاروں تشنگانِ علم و معرفت کو اپنے علمی اور روحانی فیوضات سے بہرہ ور فرمایا ﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَآءُ ﴾

(۵) حضرت امیر تبلیغؒ :

بروایت حضرت مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی، حضرت مدنی کے متعلق (امیر تبلیغ) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو قلبی تعلق حضرت مدنی کے ساتھ تھا وہ اپنی آپ ہی نظیر تھا، فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ تبلیغی کام کی رکاوٹ نہ ہوتی تو حضرت مدنی سے بیعت کر لیتا ہے اور اُن کے کام میں شریک ہو جاتا ! اور اگر کسی وقت کسی وجہ سے یہ تبلیغی کام چھوٹ گیا تو پھر حضرت مدنی کے ساتھ مل کر کام کروں گا ! (الجمعیۃ دہلی شیخ الاسلام نمبر ص ۲۶)

(۶) حضرت تھانویؒ :

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ (مہتمم دار العلوم دیوبند) نے فرمایا کہ

''ایک مرتبہ حضرت ممدوح (یعنی حضرت تھانوی) علیہ الرحمہ کی مجلس خیر و برکت میں تحریکاتِ وقت کا ذکر چھڑا، ایک صاحب نے حضرت مدنیؒ کے کسی مجاہدانہ عمل

کا حوالہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ ''حضرت ! آپ کا اس پر عمل نہیں''
فرمایا ''بھائی میں اُن جیسی (مولانا مدنی جیسی) ہمتِ مردانہ کہاں سے لاؤں ؟ ''
مجھ سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ
'' میں مولانا حسین احمد صاحب کو اُن کے سیاسی کاموں میں مخلص اور متدین جانتا ہوں البتہ مجھے ان سے حجت کے ساتھ اختلاف ہے ، اگر وہ حجت رفع ہوجائے تو میں ان کے ماتحت ایک ادنیٰ سپاہی بن کر کام کرنے کے لیے تیار ہوں'' [۱]

(۷) حضرت رائے پوریؒ :

قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :
''بھائی ! حضرت شیخ مدنی کا ذکر کیا پوچھتے ہو ؟ پہلے تو ہم یوں ہی سمجھتے رہے مگر وقت کی نزاکتوں اور ہنگامہ آرائیوں میں جب ہم نے اس مردِ مجاہد کو آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو جہاں شیخ مدنی کے قدم تھے وہاں اپنا سر پڑا دیکھا ! اجی حضرت اس وقت ہر دو منصب پر فائز المرام ہیں اور ملک وملت کی خاطر باطل کے مقابلہ میں حق کا دامن تھام کر جس مردانہ وار صورت میں استقامت اور استقلال کے ساتھ قربانیاں پیش فرما رہے ہیں یہ شانِ حسینیت کا مظاہرہ ہے'' [۲]

جامعیت کا معیار :

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اعلیٰ اور افضل بنایا ہے حضور ﷺ سید الاوّلین والاخرین اور امام الانبیاء والمرسلین ہیں ! حضور اللہ تعالیٰ کی صفات کے کائنات میں مظہر اتم ہیں ! کمالاتِ نبوت میں آفتابِ رسالت ہیں چنانچہ قرآنِ مجید میں ﴿ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ [۳] فرمایا گیا ہے ! حضور ﷺ ہر پہلو سے خاتم النبین ہیں، مراتب وکمالاتِ نبوت بھی آپ پر ختم ہوتے ہیں

[۱] مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل ص ۲
[۲] مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل ص ۳۹ مطبوعہ مجلس یادگار شیخ الاسلام کراچی [۳] سورۃ الاحزاب : ۴۶

اور سلسلہ نبوت بھی آپ پر ختم ہے ! آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا ! اور اگر اس امت ہی سے کوئی شخص نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والے بھی قطعی کافر ہیں البتہ نبی کریم ﷺ کی محبت و اطاعت کی بنا پر امتِ محمدیہ میں کاملین پیدا ہوتے رہیں گے اور محبتِ خداوندی کا حصول بھی اتباعِ نبوی پر موقوف ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ﴾ (سورۃ اِل عمران : ۳۱)

''آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا :

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (سورۃ النساء : ۸۰)

''جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا اُس نے اللہ کی اطاعت کر لی''

سورۂ احزاب میں فرمایا :

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (سورۃ الاحزاب : ۲۱)

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں پیروی کے لیے ایک بہترین نمونہ موجود ہے''

اور یہ ظاہر ہے کہ بلا اطاعت محبت کی حیثیت نہیں اور بلا محبت اطاعت مقبول نہیں ! لہٰذا اہلِ ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ نبی کریم ﷺ کی محبت و اطاعت ہے ! محبت اس درجہ کی ہو کہ تمام مخلوق کی محبتیں محبتِ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مغلوب ہو جائیں ! ! اس محبت کو خود رسول اللہ ﷺ نے اس طرح واضح فرمایا ہے :

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ [۱]

''تم میں سے اُس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کو اُس کے ماں باپ کے اور اُس کی اولاد اور عام لوگوں سے محبوب نہ ہو جاؤں''

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول ﷺ من الایمان رقم الحدیث ۱۵

محبتِ رسول ﷺ کی اقسام :

حضرت سیّد نا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے درسِ بخاری میں مذکورہ حدیث کے تحت ارشاد فرمایا تھا کہ

''یہاں یہ اشکال پڑتا ہے کہ تکلیفات امورِ اختیاریہ میں ہوتی ہیں اور محبت اختیاری نہیں ہے لہٰذا اس پر تکلیف کیسی ؟ ﴿ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ﴾ [۱] پھر حضرت نے اس کا یہ جواب دیا کہ (۱) یہاں محبت سے مراد محبتِ طبعیہ نہیں ہے جو عبارت ہے میلان القلب الی شیء یعنی کسی چیز کی طرف قلب کا میلان ہوجانا) بلکہ یہاں محبتِ عملیہ مراد ہے جس میں آدمی اپنا نفع ونقصان سوچ لے تو مراد یہ ہوگی کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سب سے زیادہ کی جائے اور اطاعتِ رسول کو سب پر مقدم سمجھے کیونکہ عقل سب سے زیادہ نافع چیز مقدم سمجھتی ہے) اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں جتنا نفع ہے اتنا کسی کی اطاعت میں نہیں ہے ! تو محبت کنایہ ہے اطاعت اور فرمانبرداری سے جیسے فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ [۲]

(یعنی تم میں سے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائے)'' تو مومن کو بھی بلا چوں وچرا آنحضرت ﷺ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے !

(۲) اور ہوسکتا ہے کہ یہاں محبت ایمانی مراد لی جائے ! یعنی ایمان کی وجہ آنحضرت ﷺ سے محبت پیدا ہوئی ہے وہ سب کے اوپر غالب آجائے ، اسی میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم واجلال ہوگی !

(۳) مراد یہاں پر محبتِ طبعی ہے اس پر یہ اشکال پڑتا ہے کہ طبعی محبت موقوف ہے اطلاع پر ، اگر ہم کسی شخص کو جانتے ہیں کہ ہمارا بھائی وغیرہ ہے تو طبیعت کا خود بخود میلان ہوتا ہے ، شیر کو اگر شیر جانو تو خوف پیدا ہوتا ہے اور اگر اس کو گدھا جانو تو خوف نہیں ہوگا ، محبت طبعی کے اسباب عالم میں چار پائے جاتے ہیں :

(۱) جمال (۲) کمال (۳) احسان (۴) قرب

☆ جمال کی بنا پر محبت ہونا تو ظاہر اور کھلی ہوئی چیز ہے حتی کہ حیوانات میں بھی یہ چیز پائی جاتی ہے .....

---

[۱] سورۃ البقرۃ : ۲۸۶

[۲] مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ رقم الحدیث ۱۶۷

پروانے کو شمع پر اور بلبل کو گل پر جمال ہی کی بنا پر محبت ہوتی ہے ! اور جمال دو قسم کا ہے جمالِ جسمانی اور جمال روحانی

☆ اور کمال بھی سببِ محبت ہے ع

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

☆ اسی طرح احسان سببِ محبت بنتا ہے کہا جاتا ہے اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ (انسان احسان کا بندہ ہوتا ہے)

☆ اور قربِ جسمانی بھی سببِ محبت ہے خواہ دونوں ایک دوسرے کے ٹکڑے ہوں یا دونوں کسی تیسرے کے ٹکڑے ہوں ! قرب بھی دونوں قسم کا ہے جسمانی اور روحانی ! ماں باپ بیٹے اور بھائیوں کی محبت قربِ جسمانی کی بنا پر ہے اور مرید و مرشد کا تعلق قربِ روحانی کی بنا پر ہوتا ہے ! !

بہر حال یہ چاروں اسبابِ محبت ہیں، اگر کسی میں یہ چاروں اسباب پائے جائیں تو اس سے تو کامل درجے کی محبت ہوگی !

جنابِ رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ ان چاروں کے اندر بعد خدائے تعالیٰ کے سب سے بڑھا ہوا ہے آپ کا جمالِ جسمانی کامل و اکمل درجے کا تھا !

روایت ہے حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ چاند سے رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زیادہ روشن و خوبصورت تھا ! نیز ایک صحابی فرماتے ہیں كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ [1] گویا کہ سورج آپ کے چہرہ میں چلتا تھا ! !

ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ کیسا تھا ؟ أَكَانَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ [2] کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مثلِ تلوار کے تھا ؟ تو فرمایا نہیں بلکہ مثلِ چاند کے تھا)

---

[1] سنن الترمذی ابواب المناقب باب فی صفة النبی ﷺ رقم الحدیث ۳۶۴۸

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ رقم الحدیث ۳۵۵۲

شرح شفاء میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے کہ جب مجھ کو اندھیری رات میں سوئی میں تاگا ڈالنے کی ضرورت ہوتی تو آپ کے چہرۂ انور کے پاس جا کر سوئی میں تاگا ڈال دیتی تھی !

باقی جمالِ روحانی بھی آپ میں اکمل درجہ کا تھا اور کمال بھی سب سے زیادہ تھا اور احسان دنیوی یا دینی بھی ہم پر بہت زیادہ ہے ! دنیوی احسان جنابِ رسول اللہ ﷺ کا یہ ہے کہ عرب جہالت وفقر وغیرہ دیگر کمزوریوں میں پڑے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے ان کو تاج وتخت کا مالک بنا دیا اور آخرت کا احسان، آخرت میں نجات مِنْ غَضَب اللّٰہ اور مِنَ النَّار ہے) اگرچہ اس کا مشاہدہ ہم نے نہیں کیا لیکن اس پر قرائن پائے جاتے ہیں اور قربِ جسمانی گو بہت دور ہے لیکن قربِ روحانی آنحضرت ﷺ کا سب سے زیادہ ہے ! ﴿ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ ﴾ [۱] میں اَولیٰ سے مراد اَقرب باعتبار روحانیت کے ہیں نیز فرمایا ﴿ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ﴾ [۲] اس میں بتلایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہونے کی وجہ سے تمام امت کے لیے آپ کی ابوت روحانی ہے اور خاتم النبیین سے آپ کی ابوت روحانی ہے تمام انبیاء کے اعتبار سے ! نیز فرمایا گیا اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ [۳] ''بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ مجھے دیتا ہے'' یہاں ''قاسم'' کا مفعول بغرضِ تعمیم نہیں ذکر کیا گیا لہٰذا قاسم سے مراد قاسم کل کمال ہوگا ! !

صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ حقیقتِ محمدیہ استفادہ کرتی ہے وجود ودیگر کمالات کو ذاتِ باری تعالیٰ سے اور باقی تمام مخلوق استفادہ کرتی ہے آنحضرت ﷺ سے حتی الوجود اور واسطہ ذاتی اور دیگر مخلوق استفادہ کرتی ہے آنحضرت ﷺ سے حتی الوجود اور واسطہ ذاتی اور دیگر مخلوق کے حقیقت محمدیہ ہے اور یہی ان کے نزدیک عقل اوّل ہے ! تو ان چاروں اسباب کا بطریقِ اکمل جب حضور کی ذات میں تحقق ہے تو محبت طبعی بھی زیادہ ہوگی لیکن جب تک حضور کے یہ چاروں اسبابِ کاملہ ہماری آنکھوں سے

---

[۱] سورۃ الاحزاب : ۶ [۲] سورۃ الاحزاب : ۴۰

[۳] صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین رقم الحدیث ۷۱

اوجھل ہیں ہم میں محبت پیدا نہیں ہوتی اور جب ان امور کا ہم پر انکشاف ہوجاتا ہے اور حجاب زائل ہوجاتا ہے تو جنابِ رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ محبت بلکہ عشق تک نوبت پہنچ جاتی ہے ! !

عشق صحابہؓ :

اسی سلسلۂ محبت میں حضرت مدنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے فرمایا کہ

''خود صحابہ کرام کا عشق اور ان کی فدائیت رسول اللہ ﷺ پر اس چیز پر عظیم الشان دلیل ہے باوجود اس کے کہ وہ قوم کوئی متحدہ قوم نہ تھی لیکن اس تیئس سال کے قلیل زمانہ نبوت میں صحابہ کرامؓ کے قلوب میں حضور ﷺ کا عشق کمال درجے کا پیدا ہوگیا تھا اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی جب تک جسم میں جان باقی رہی تو آپ پر پروانہ وار نثار رہے'' ! !

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے صحابہ کی حالتِ تعلق بالرسول پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ

''اگر تم صحابہ کرام کی حالت کو دیکھتے تو تم ان کو دیوانہ سمجھتے اور اگر صحابہ تمہاری حالت کو دیکھتے تو وہ تم کو زندیق وملحد سمجھتے''

اور صحابہ کو اِس قدر شغف اور محبت اس بنا پر تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ میں محبت کے اسباب اکمل طور پر موجود تھے ! جو محبت مجنوں کو لیلیٰ سے اور شیریں کو فرہاد سے اور پروانہ کو شمع سے ہوتی ہے اس سے زیادہ محبت حضراتِ صحابہ کو جناب رسول اللہ ﷺ سے تھی جس پر صحابہ کی زندگیاں شاہد ہیں !

اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی سے محبت ہو تو محبوب کے طریقے کو اختیار کیا جاتا ہے اس لیے صحابہ کرام کامل طور پر متبع سنت تھے جو لوگ آج کل شکل تو کرزہ کی بناتے ہیں لباس اغیار کا پہنتے ہیں اور باوجود اس کے کہتے ہیں کہ ہم کو حضور ﷺ سے محبت ہے یہ لوگ جھوٹے ہیں ! ! (درسِ حضرت مدنیؒ)

مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ کی عظیم کسوٹی :

صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کو رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت میں اس درجہ کاملیت

اور فنائیت نصیب ہوئی تھی کہ حضور ﷺ نے ان کو باقی امت کے لیے معیارِ حق قرار دیا اور ان کے طریقے کی پیروی کو اپنے طریقہ مقدسہ کی پیروی کے لیے واسطہ بنا دیا چنانچہ ایک مہتم بالشان عظیم القدر پیش گوئی میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ (مشکوۃ المصابیح رقم الحدیث : ۱۷۱)

''میری امت تہتر گروہ میں تقسیم ہو جائے گی جن میں سے سوائے ایک گروہ کے باقی سب جہنم میں جائیں گے ! اصحاب نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ! وہ کون لوگ ہیں ؟ تو فرمایا ''جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے''

اس حدیث کی تشریح میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ

'' تہتر فرقوں میں سے ہر فرقہ اتباعِ شریعت کا مدعی ہے اور اپنی نجات پر جزم رکھتا ہے (ہر جماعت اپنے کردار پر خوش ہے) لیکن وہ دلیل جو پیغمبر خدا ﷺ نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک نجات پانے والے فرقہ کی پہچان کے لیے دی ہے یہ ہے اَلَّذِیْنَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ یعنی فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو میرے طریقہ پر اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے اور صاحبِ شریعت عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا ذکر کافی ہونے کے باوجود اس مقام پر اصحاب کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے تاکہ لوگ جان لیں کہ اصحاب کا طریقہ میرا ہی طریقہ ہے اور نجات کا راستہ ان کی پیروی کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ ''جو شخص رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے گا اس نے اللہ تعالیٰ کی پیروی کی'' ! پس اطاعتِ رسول بالکل اطاعتِ حق ہے اور اطاعتِ رسول نہ کرنا عین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے ! اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کے اصحاب کی پیروی کو لازم پکڑنے والے اہلِ سنت والجماعت ہیں

اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے پس اہلِ سنت ہی نجات پانے والا فرقہ ہے کیونکہ اصحابِ رسول پر جو لوگ طعن کرتے ہیں وہ ان کی پیروی سے محروم ہیں ! اور اصحاب پر طعن کرنا اصل پیغمبر خدا پر طعن کرنا ہے جس نے اصحاب کی عزت نہ کی وہ رسول ﷺ پر ایمان نہیں لایا اور نیز جو شریعت قرآن وحدیث کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے وہ صحابہ کرام کے پہنچانے کی وجہ سے ہے تو جب وہ قابلِ طعن ہو جائیں تو جو انہوں نے پہنچایا ہے بلکہ تمام اصحاب عدالت، سچائی اور تبلیغ میں برابر ہیں پس ان میں سے کسی ایک پر طعن کرنے سے دین پر طعن کرنا لازم آئے گا ! اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اوّل)

اہلِ سنت اور حضرت مدنیؒ :

نبی کریم ﷺ کی مذکورہ پیش گوئی کی بنا پر فرقہ ناجیہ اہلِ سنت والجماعت ہیں لیکن باوجود حقانیت اور اکثریت کے عالمِ اسلام اور خصوصاً پاکستان میں بہت ہی زیادہ کمزور اور بے وقار ہیں ! ان کا کوئی جماعتی وجود نہیں ہے نہ اہلِ اقتدار سوادِ اعظم کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں اور نہ ہی حزبِ اختلاف کو اہلِ سنت کا لحاظ ہے حالانکہ اسلام کا تحفظ سوائے اہلِ سنت والجماعت کے کوئی کر ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ کا نازل کردہ اسلام سنتِ رسول اور اصحابِ رسول اللہ کے واسطہ سے ہی امت کو پہنچا ہے اور جو فرقے مثلاً پرویزی اور چکڑالوی سنتِ رسول ﷺ کو حجت نہیں مانتے وہ بھی اسلام کا تحفظ نہیں کر سکے ! اور جو سنتِ رسول کو تو مانتے ہیں اصحابِ رسول کو معیارِ حق اور دین میں حجت نہیں مانتے وہ بھی تحفظِ اسلام کا ذریعہ نہیں بن سکے مثلاً خارجی، رافضی اور مودودی ! اس لیے ضروری ہے کہ مسلمانانِ اہلِ سنت بیدار ہوں اور منظم ہو کہ سنت اور صحابہ کا علم بلند کر کے غلبہ اسلام کا ذریعہ بنیں ! !

شیخ الاسلام حضرت مدنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کو پاکستان کے سنی مسلمانوں کا کتنا احساس تھا اور سوادِ اعظم سے کتنی ہمدردی اور خیر خواہی کا تعلق تھا اس کا اندازہ حضرتؒ کے حسبِ ذیل مکتوبِ گرامی سے لگایا جا سکتا ہے جس میں ایک صاحب کے جواب میں تحریر فرمایا ہے :

''مسلمانانِ پاکستان جو کہ اہلِ سنت والجماعت ہیں وہ سب ہمارے بھائی ہیں، ان سے ہمارے تعلقات وہی ہونے چاہئیں جو کہ ساری دنیا کے سنی مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور جن کی تاکید ہم کو کتبِ مذہب میں کی گئی ہے..... ہمیشہ سنی مسلمانوں کے لیے دعا کرنا ضروری ہے..... ہاں وہاں کے (یعنی پاکستان کے) سنی مسلمانوں کے ساتھ یقیناً ہماری پوری ہمدردی ازبس ضروری ہے'' [1]

سنتِ رسول اور حضرت مدنیؒ :

چونکہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ میں پہلی جزو مَا اَنَا عَلَیْہِ راہِ جنت کا نشان ہے اور مَا اَنَا عَلَیْہِ ہی کو سنتِ رسول کہا جاتا ہے ! سنت ہی سے قرآن کے احکامِ مقدسہ پر عمل کیا جا سکتا ہے اتباعِ سنت ہی قرب و رضائے خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے اور مذہب اہلِ سنت والجماعت میں بھی سنتِ رسول کو اوّلین معیار قرار دیا گیا ہے ! اس لیے حضرت مدنی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اپنی جامعیت کے اعتبار سے اتباعِ سنت ہی میں فنا تھے اور اپنے مریدین و تلامذہ کو اتباعِ سنت ہی کی تاکید فرماتے تھے چنانچہ اپنے ایک مکتوب میں سنت کی عظمت و اہمیت ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں :

''اتباعِ سنت کا ہمیشہ خیال رکھیے، یہی کمال ہے، یہی مطلوب ہے، یہی رضائے خداوندی کا موجب ہے'' [2] (جاری ہے)

محمود الملّة و الدین شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں نور اللّٰہ مرقدہٗ کے سلسلہ وار مطبوعہ مضامین و دروس جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ پر پڑھے اور سنے جا سکتے ہیں

http://www.jamiamadniajadeed.org

[1] مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم مکتوب نمبر ۸۵ [2] مکتوبات شیخ الاسلام جلد اوّل مکتوب نمبر ۱۶۰

مناقب صحابۂ کرام واہلِ بیت اطہار رضی اللہ عنہم

﴿ حضرت سیّد انور حسین نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ ﴾

ارشادِ باری تعالیٰ :

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّلَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (سورۃ التوبۃ : ۱۰۰)

''اور جو لوگ قدیم ہیں ، پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیچھے آئے نیکی سے، اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے، اور رکھے ہیں واسطے ان کے باغ ، نیچے بہتی نہریں، رہا کریں ان میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی مراد ملنی''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : میرے کسی صحابی کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی نہ کرو کیونکہ ان کا مرتبہ حق تعالیٰ کے یہاں اس درجہ بلند ہے کہ اگر کوئی غیر صحابی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو میرے صحابی کے ایک سیر بھر بلکہ آدھ سیر جو خیرات کرنے کے برابر بھی نہ ہوگا ! (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

حضور ﷺ نے فرمایا : جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہوں تو اُن سے یوں کہہ دو کہ تمہاری اس بری حرکت پر خدا کی لعنت ہو ! (ترمذی)

سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا : اے لوگو ! اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرو، میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد (یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا) اس کے بعد فرمایا کہ میرے صحابہ کو لعن وطعن کا نشانہ مت بناؤ، یاد رکھو جو میرے صحابہ سے محبت کرے گا تو درحقیقت اس کو میری محبت کی بناء پر اُن سے محبت ہوگی اور جو اُن سے بغض رکھے گا تو درحقیقت مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے اُن سے بغض ہوگا جو میرے

صحابہ کو اَذیت دے گا اس نے مجھ کو اَذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اَذیت پہنچائی اس نے حق تعالیٰ کو اَذیت دی اور جس نے حق تعالیٰ کو اَذیت دی تو اس پر عذابِ اِلٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے ! (ترمذی)

مناقب سیّدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ :

ام المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے علی (رضی اللہ عنہ) کی شان میں گستاخی کی تو گویا اس نے میری شان میں گستاخی کی ! (احمد)

حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے مقام غدیر خم پر پہنچے تو آپ نے حضراتِ صحابۂ کرامؓ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ہاتھ پکڑ کر یہ ارشاد فرمایا کہ ''اے لوگو ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمام مومنوں کے نزدیک ان کی جانوں سے بھی عزیز تر ہوں'' ! سب نے تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا بیشک ایسا ہی ہے ! اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کو اُس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں ! سب نے عرض کیا، بیشک ایسا ہی ہے ! اس کے بعد آپ نے فرمایا :

''اے اللہ میں جس کا مولیٰ بن جاؤں، علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کے مولیٰ ہوں !
اے اللہ محبت کیجیے اس شخص سے جو علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت کرے اور دشمن رکھیے اس شخص کو جو علی (رضی اللہ عنہ) سے دشمنی رکھے''

اس ارشاد کے بعد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ کو مبارکباد دی اور فرمایا '' اے ابنِ ابی طالب مبارک ہو، اب تو آپ ہر مومن مرد و عورت کے مولیٰ بن گئے'' (احمد)

مناقب سیّدۃُ النساء فاطمۃ الزہراءؓ :

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ''فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو مبغوض رکھا اس نے مجھ کو مبغوض رکھا اور جس نے اس کو ناخوش کیا اس نے مجھ کو ناخوش کیا اور جس نے اس کو اَذیت پہنچائی اس نے مجھ کو

اذیت پہنچائی ! (بخاری و مسلم)

حضور اقدس ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کی رات میں ایک مقدس فرشتہ زمین پر نازل ہوا جو اس سے پہلے زمین پر نہیں آیا تھا اور حق تعالیٰ سے اجازت لے کر اس مقصد سے نازل ہوا کہ مجھ کو سلام کرے اور یہ بشارت سنائے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) نوجوانانِ جنت کے سردار ہوں گے ! (ترمذی)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وفات مبارک سے چند روز پہلے حضور اقدس ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا : ''اے فاطمہ تمہارے لیے بہت خوشی کا مقام ہے کہ تمہیں جنتی عورتوں کی سردار بنایا جائے گا'' (حاصل حدیث: رواہ بخاری و مسلم)

مناقب سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما :

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ (حضرت) حسنؓ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک سے نصف اعلیٰ میں سر تا بہ سینہ تک بہت مشابہ تھے اور (حضرت) حسینؓ سینہ کے بعد سے قدم مبارک تک نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے بہت ہی مشابہت رکھتے تھے ! (سنن ترمذی)

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی گود میں حضرت حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) تھے اور آپ یہ دعا فرما رہے تھے : ''اے اللہ ! میں حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتا ہوں، اے اللہ آپ بھی ان دونوں کو اپنا محبوب بنا لیجیے اور ان لوگوں سے بھی محبت فرمایئے جو اِن سے سچی محبت کریں'' !

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ ہمارے سامنے اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے ایک کاندھے پر حسن (رضی اللہ عنہ) اور دوسرے پر حسین (رضی اللہ عنہ) تھے آپ غایتِ شفقت سے کبھی ایک کو پیار کرتے اور کبھی دوسرے کو ! اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ خدا کی قسم ! آپ کو تو اِن دونوں بچوں سے بہت محبت معلوم ہوتی ہے ! ! اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

''جو حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرے گا اس نے درحقیقت مجھ سے
محبت کی اور جو اِن دونوں سے بغض رکھے گا وہ دراصل مجھ سے بغض رکھنے والا ہے'' ۱

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اہلِ بیتؓ میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے محبوب مجھ کو حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں اور بارہا آپ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے فرمایا کرتے تھے ''میرے پاس میرے دونوں بیٹوں حسن اور حسین کو بُلا دو تا کہ میں ان کو محبت سے اپنے سینے سے لگاؤں اور پیار کروں'' ۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز صبح کے وقت نبی کریم ﷺ تشریف لائے، اس شان سے کہ آپ ایک اُونی منقش کمبل اوڑھے ہوئے تھے، اتنے میں حسنؓ بن علی آ گئے، آپ نے ان کو اپنے کمبل میں داخل کرلیا ! پھر حسینؓ بھی آ گئے، آپ نے ان کو بھی اپنے کمبل میں داخل کرلیا ! پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو آپ نے ان کو بھی اپنے کمبل میں داخل کرلیا ! ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، آپ نے ان کو بھی اسی کمبل میں لے لیا ! ! اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے قرآنِ کریم کی یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی ﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ﴾ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو ! تم سے (معصیت و نافرمانی کی) گندگی دُور رکھے اور تم کو (ظاہراً و باطناً، عقیدۃً و عملاً و خلقاً) بالکل پاک و صاف رکھے''

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی تفسیر بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''غرض کہ لفظ اہلِ بیت کے دو مفہوم ہیں: ایک ازواج، دوسرے عترت ! خصوصیتِ قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے، کہیں دوسرا، اور کہیں عام بھی ہوسکتا ہے'' ۳

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مقام خُم کے قریب جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، کھڑے ہوکر عام مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا ! خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد مختلف نصیحتیں فرمائیں، اس کے بعد ارشاد فرمایا :

---

۱ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۲۰۵ ۲ ترمذی شریف ۳ بیان القرآن ج ۹ ص ۴۸

''اے لوگو ! میں بھی ایک انسان ہوں، عنقریب زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس میرے پروردگار کا پیامی آئے گا اور میں اس کی دعوت پر لبیک کہوں گا تو میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا ! ان میں پہلی چیز ''کتاب اللہ'' ہے جس میں ہدایت اور نور ہے ! تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑلو اور اس کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کرو (اس کے بعد آپ نے مختلف طریقے پر کتاب اللہ کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کی رغبت دلائی) اس کے بعد ارشاد فرمایا دوسری چیز میرے ''اہلِ بیت'' ہیں، تم خدا سے ڈرنا میرے اہلِ بیت کے معاملہ میں، تم اللہ سے ڈرنا میرے اہلِ بیتؓ کے معاملہ میں (یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا)'' [۱]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب ایک عراقی مُحرِم نے ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بحالتِ احرام مکھی کو مارنا جائز ہے یا نہیں ؟ تو حضرت ابن عمرؓ نے ناخوش ہوکر ارشاد فرمایا : اہلِ عراق مجھ سے بحالتِ احرام مکھی مارنے کے بارے میں مسئلہ پوچھ رہے ہیں حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کردیا اور یاد رکھو نبی کریم ﷺ حسن و حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ''یہ دونوں دنیا میں میری خوشبوئیں ہیں'' ! [۲]

حضرت اُمِ فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک روز میں حسین (رضی اللہ عنہ) کو گود میں لیے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور آپ کی گود میں ان کو بٹھلا دیا۔ آپ ان کو گود میں لیے ہوئے تھے کہ میں پھر کسی کام میں لگ گئی، اچانک جب میری نگاہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے ہیں ! ! حیرت سے میں نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ! آپ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہو رہے ہیں ؟ ؟ ! !

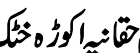
---

[۱] ترمذی شریف [۲] بخاری شریف کتاب اصحاب النبی ﷺ ص ۵۳۰

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میرے پاس ابھی جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور مجھ کو مطلع کیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میرے امتی میرے اس پیارے بیٹے کو قتل کر دیں گے'' ! ! !

اُمِ فضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے دوبارہ تعجب سے معلوم کیا کہ کیا حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا ؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا'' (رواہُ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پراگندا بال غبار آلود تھے ! آپ کے دستِ مبارک میں ایک شیشی تھی جس میں خون تھا ! پس میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ! آپ کا یہ کیا حال ہے اور یہ شیشی کیسی ہے ؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہ حسین اور اُن کے یاروں کا خون ہے ! میں صبح سے اب تک اسے جمع کرتا رہا ہوں'' حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت کو اچھی طرح سے یاد رکھا، پس میں نے پایا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) ٹھیک اسی وقت میں شہید کیے گئے (مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ، رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ و رواہ احمد)



انتقال پر ملال

☆ ۲۴/ اکتوبر ۲۰۲۶ء کو بانی جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے فرزند حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ اور مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہم کے برادرِ کبیر پروفیسر محمود الحق صاحب حقانیؒ ۸۷/ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپ نے سعودی عرب میں پاکستانی سفارتخانہ کے ایجوکیشنل کونسلر کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں ! اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحوم کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۲

عہد مغلیہ کی تعلیمی حالت : ایک تاریخی و تجزیاتی مطالعہ

The Educational Conditions of the Mughal Era

A Historical and Analytical Study

﴿ مولانا سید حسان میاں صاحب، نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

پی ایچ ڈی اسکالر، یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور پاکستان

۞ ۞ ۞

عہدِ عالمگیری، قابلیت پر مبنی تعلیمی و انتظامی پالیسی :

شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے عہد کی تعلیمی اور انتظامی پالیسیوں کا سب سے مستند اور دستاویزی ماخذ ان کے اپنے وہ شاہی فرامین ہیں جو احکامِ عالمگیری کے نام سے تاریخ کے صفحات میں جمع کیے گئے ہیں ! ۱۵ر جمادی الثانی ۱۰۶۹ھ کو جاری کیے گئے ایک مشہور فرمان میں وہ واضح طور پر انسان کی لیاقت و قابلیت (merit) کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے حکم دیتے ہیں :

> ''دنیا کے کاموں میں مذہب کا واسطہ کیا معنٰی رکھتا ہے اور امور انتظامی میں تعصب کا کیا دخل ؟ ﴿ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَّ دِيْنِ ﴾ [۱] اگر یہی قاعدہ مقرر ہوتا تو پھر تمام راجاؤں اور ان کے متعلقین کو ہم موقوف کر دیتے، لائق لوگوں کی تبدیلی عقلمندوں کے نزدیک مذموم بات ہے'' ! ! [۲]

اورنگزیب عالمگیر کی اسی قابلیت اور میرٹ پر مبنی پالیسی نے سلطنت کے تمام طبقات اور مذاہب کے لوگوں میں تعلیم کے حصول کے لیے ایک زبردست رغبت اور شوق پیدا کیا۔ برصغیر پر قابض انگریز مورخین کے پیدا کردہ اس پروپیگنڈے کے برعکس کہ ''اورنگزیب کا دور متعصب تھا'' اس کے اپنے سرکاری فرمان

---

[۱] سورۃ الکافرون : ۶

[۲] حمید الدین خان، احکام عالمگیری مترجم مولوی ڈاکٹر خالد حسن قادری (لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۹۳ء) ص ۸۹

میں مذہبی تعصب دُور دُور تک بھی نظر نہیں آتا بلکہ قابلیت اور علم کی بنیاد پر تمام ترجیحات قائم کرنا اورنگزیب عالمگیرؒ کا مستقل وطیرہ تھا ! !

غیر جانبدار یورپی سیاحوں اور برطانوی رپورٹوں کی تصدیق :

مغل دور کے ان اپنے سرکاری ماخذ اور شاہی فرامین کی کامل تائید اُن غیر جانبدار یورپی سیاحوں کے بیانات سے بھی ہوتی ہے جو برصغیر پر قابض انگریزوں کے باقاعدہ اقتدار قائم ہونے سے پہلے ہندوستان آئے تھے ! ان سیاحوں نے یہاں کے علمی، تعلیمی اور سماجی ماحول کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اسے اپنے سفرناموں میں ایک غیر جانبدار تاریخی دستاویز کے طور پر محفوظ کیا ! ان غیر ملکی عینی شاہدین کے مشاہدات یہ ثابت کرتے ہیں کہ مغلوں کا تعلیمی اور سماجی نظام کس قدر وسیع، ہمہ گیر اور پرامن تھا ! خود بعد کے دور میں برطانوی منتظمین کی اپنی ابتدائی سرکاری رپورٹوں اور مغل شہنشاہوں کے شاہی فرامین و دستاویزات کے تقابلی جائزے سے ایک بالکل مختلف تصویر اُبھرتی ہے جس کے مطابق مغلیہ ہندوستان میں تعلیم کا ایک وسیع، منظّم، فیاضانہ اور مکمل طور پر خودمختار نظام موجود تھا جو لارڈ میکالے کی آمد تک کامیابی سے چل رہا تھا !

ان غیر ملکی سیاحوں کے مشاہدات اور مغل دستاویزات کی روشنی میں جس خودمختار تعلیمی نیٹ ورک کا خاکہ سامنے آتا ہے اس کی اصل طاقت اس کا نصابِ تعلیم اور معاشی ڈھانچہ تھا ! اب یہ دیکھنا نہایت ضروری ہے کہ مغلوں کا یہ نظامِ تعلیم اندرونی طور پر کس طرح کام کرتا تھا، اس کا معاشی ماڈل کیا تھا اور وہ کون سی تبدیلیاں تھیں جو وقت کے ساتھ اس میں شامل ہوئیں، ملاحظہ فرمائیں

الیگزینڈر ہملٹن کا مشاہدہ :(۱۷۲۷ء ٹھٹہ کا علمی عروج)

مقامی نظامِ تعلیم کی وسعت، گہرائی اور اس کے غیر معمولی پھیلاؤ کا سب سے معروضی اور حیران کن مشاہدہ ہمیں اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ملتا ہے ! ایک سکاٹش کپتان الیگزینڈر ہملٹن نے اپنے سفرنامے ''اے نیو اکاؤنٹ آف دی ایسٹ انڈیز'' (۱۷۲۷ء) میں اس عہد کے تعلیمی منظرنامے کو قلمبند کیا !

وہ سندھ کے مشہور تجارتی اور ثقافتی شہر ٹھٹہ کے تعلیمی معیار کے بارے میں لکھتے ہیں :

But the City of Thatta is famous for Learning in Theology, Philology and Politics, and they have above four hundred Colleges for training up Youth in those Parts of Learning. (1)

''لیکن ٹھٹہ شہر الٰہیات، لسانیات اور سیاسیات کے علوم کے لیے مشہور ہے ان کے پاس نوجوانوں کو یہ علوم پڑھانے کے لیے چار سو سے زائد کالجز ہیں''

یہ دستاویزی گواہی محض ایک عام سیاح کا سرسری تبصرہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسے عینی شاہد کی تاریخی دستاویز ہے جو مغل دور کے آخری سالوں میں بھی اس تعلیمی نظام کی ہمہ گیری اور اعلیٰ معیار کو علمی بنیادوں پر ثابت کرتی ہے ! !

جیمز فریزر کا مشاہدہ (۱۷۴۲ء)، تعلیمی مراکز میں مذہبی رواداری :

ٹھٹہ کے اس علمی ماحول کے ساتھ ساتھ مغل ہندوستان کے تعلیمی مراکز میں فکری آزادی اور امن وامان کا کیا ماحول تھا، اس کی گواہی ایک اور یورپی سیاح جیمز فریزر دیتے ہیں ! انہوں نے اپنی تاریخی تصنیف ''دی ہسٹری آف نادر شاہ'' (۱۷۴۲ء) میں سورت شہر کی مذہبی رواداری اور مثالی علمی فضا کا مشاہدہ کرتے ہوئے لکھا :

There are about thirty-three different Sects worshipping the Supreme Being, under different Names, and different Forms of Religion, but they never have any hot Contests about their Belief ; to molest one another merely on Account of Religion is utterly unknown among these People . (2)

---

(1) Alexander Hamilton, A New Account of the East Indies (London, 1727), 127.

(2) James Fraser, The History of Nadir Shah, Formerly Called Thamas Kuli Khan, the Present Emperor of Persia (London: A. Millar, 1742), 89.

''تقریباً تینتیس مختلف فرقے ہیں جو الگ الگ ناموں اور مختلف مذہبی طریقوں کے ساتھ معبودِ حقیقی (قادرِ مطلق) کی عبادت کرتے ہیں، لیکن اپنے عقائد کو لے کر ان کے درمیان کبھی کوئی شدید جھگڑا یا تنازع نہیں ہوتا، محض مذہب کی بنیاد پر ایک دوسرے کو ستانا یا ہراساں کرنا ان لوگوں کے ہاں بالکل ناپید (نامعلوم) ہے''

یہ غیر جانبدارانہ بیانات برصغیر پر قابض انگریز مورخین کے اس متعصّبانہ پروپیگنڈے کو یکسر مسترد کرتے ہیں کہ انگریزوں کی آمد سے قبل ہندوستان کسی علمی تاریکی، باہمی نفرت اور جہالت میں ڈوبا ہوا تھا، یا یہاں کے لوگ تہذیب وتمدن کے بنیادی اصولوں سے نابلد تھے ! !

برطانوی اقتدار کا آغاز اور دیسی تعلیمی نیٹ ورک کا اعتراف :

انگریزی اقتدار کے ابتدائی سالوں میں خود برطانوی حکام اور ان کی اپنی سرکاری سروے رپورٹوں نے بھی یہ حقیقت تسلیم کی کہ ہندوستان کا روایتی دیسی نظامِ تعلیم انتہائی وسیع، متحرک اور ہمہ گیر تھا یہ تعلیمی نظام کسی ایک سرکاری مرکز یا بیوروکریٹک ہیڈ کوارٹر کے تابع نہیں تھا بلکہ اسے مقامی برادریاں، اُمرا اور شاہی سرپرستی دل کھول کر مالی مدد دے کر چلاتی تھیں ! ان برطانوی دستاویزات سے ثابت ہوتا ہے کہ دیسی اسکولوں کا یہ نیٹ ورک صرف شہروں تک محدود نہ تھا بلکہ دیہاتوں اور دُور دراز کے علاقوں تک پھیلا ہوا تھا اور عام لوگوں کی علمی ضروریات کو پورا کرتا تھا، بعد میں برصغیر پر قابض انگریز حکومت کی ظالمانہ معاشی پالیسیوں اور ٹیکس کے پیچیدہ قوانین نے اس خودمختار اور فیاضانہ مقامی نظام کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ! اُنیسویں صدی کے اوائل میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے اپنے اعلیٰ عہدے داروں کی رپورٹیں اس نظام کی وسعت کی مزید تصدیق کرتی ہیں مگر ساتھ ہی انگریز پالیسیوں کے باعث اس کے زوال کا نوحہ بھی بن جاتی ہیں ! !

سر تھامس منرو کی رپورٹ (۱۸۲۲ء) :

اس سلسلے میں سر تھامس منرو [۱] نے ۲/ جولائی ۱۸۲۲ء کی اپنی سرکاری رپورٹ میں

[۱] جنہیں مدارس پریزیڈنسی کا انتظامی نظام ترتیب دینے کا فریضہ سونپا گیا تھا

اس دیسی نظام کی تنظیمی طاقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا :

From these reports it appears that the number of schools...amounts to 12,498, and the population to 12,850,941, so that there is one school to every 1000 of the population... I am, however, inclined to estimate the portion of the male population who receive school education to be nearer to one-third than one-fourth of the whole, or about one in thirty-one. (1)

''ان رپورٹوں کے مطابق اسکولوں کی کل تعداد 12,498 ہے اور وہاں کی آبادی تقریباً ایک کروڑ اٹھائیس لاکھ (12,850,941) ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ہزار لوگوں کے لیے ایک اسکول موجود ہے ! میرا اندازہ یہ ہے کہ وہاں اسکول جانے کی عمر کے بچوں میں سے پچیس فیصد کے بجائے تقریباً تینتیس فیصد لڑکے اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں ! اور اگر پوری آبادی کے حساب سے دیکھا جائے تو ہر اکتیس افراد میں سے ایک شخص اسکول سے تعلیم حاصل کر رہا ہے''

سر تھامس منرو کی اس رپورٹ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ برصغیر پر قابض انگریز مورخین نے یہاں کے جس معاشرے کو ''جاہل اور پسماندہ'' کہا، وہاں انگریزوں کی اپنی آمد کے وقت بھی ہر ایک ہزار کی آبادی پر ایک اسکول موجود تھا جو کہ اس دور کے یورپی معیارِ زندگی کے لحاظ سے بھی ایک بہترین تناسب تھا ! اور بچوں کے اسکول جانے کی شرح سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ''صرف بچوں میں اسکول جانے کی عمر کے جتنے بھی لڑکے تھے اُن میں سے تقریباً تیسرا حصہ (33%) اسکول جا رہا تھا'' جبکہ مجموعی آبادی میں ''اگر علاقے کے تمام مردوں، عورتوں اور بوڑھوں کو ملا کر گنا جائے، تو ہر اکتیس لوگوں میں سے ایک بندہ ایسا تھا جو اسکول کا باقاعدہ طالب علم تھا'' ! !

---

(1) Sir Thomas Munro, "The Education of the Natives of India," 2nd July 1822/10th March 1826, in Minutes of Sir Thomas Munro, vol. 2 (London: Richard Bentley, 1881), 332.

ولیم ایڈم کی رپورٹیں (1835-1838)، بنگال کا تعلیمی نیٹ ورک :

سر تھامس منرو کی اس رپورٹ کے بعد، ولیم ایڈم کی مشہورِ زمانہ تعلیمی رپورٹیں (1835-1838) سامنے آتی ہیں، جو خود برطانوی حکومت کے حکم پر تیار کی گئی تھیں :

William Adam's reports (1835-1838), which were prepared under the orders of the British government itself, prove that there existed a widespread, decentralized, and generous system of education in the subcontinent, which was run by local communities, the nobility, and royal patronage. (1)

''ولیم ایڈم کی رپورٹیں (1835-1838) جو خود برطانوی حکومت کے حکم پر تیار کی گئی تھیں، یہ ثابت کرتی ہیں کہ ہندوستان میں تعلیم کا ایک ایسا بڑا اور کھلا ہوا نظام موجود تھا جو کسی ایک سرکاری مرکز یا ہیڈ کوارٹر کے تابع نہیں تھا بلکہ اسے وہاں کے عام مقامی لوگ، امیر کبیر لوگ اور شاہی خاندان دل کھول کر مالی مدد دے کر چلاتے تھے''

یہ رپورٹیں حتمی طور پر ثابت کرتی ہیں کہ برصغیر میں تعلیم کا ایک وسیع، غیر مرکزی اور فیاضانہ نظام موجود تھا جسے مقامی برادریاں اور امرا اپنے وسائل سے زندہ رکھے ہوئے تھے ! !

میکس مولر کی گواہی اور ''تعلیمی ہند'' کے شواہد :

معروف مستشرق میکس مولر نے بھی ۱۸۸۳ء میں برطانوی سرکاری کاغذات کا حوالہ دیتے ہوئے بنگال میں انگریزوں کی آمد سے پہلے کے دیسی تعلیمی نظام کی وسعت کا اعتراف کیا تھا ! میکس مولر کے اس اہم بیان کو بعد ازاں جیمز کیئر ہارڈی نے اپنی کتاب میں یوں نقل کیا :

---

(1) William Adam, Reports on the State of Education in Bengal (1835, 1836, 1838), commissioned by Lord William Bentinck; Dharampal, The Beautiful Tree: Indigenous Indian Education in the Eighteenth Century (New Delhi: Biblia Impex, 1983), Introduction & Chapter 1:23-27.

Max Muller, on the strength of official documents and a missionary report concerning education in Bengal prior to the British occupation, asserts that there were then 80,000 native schools in Bengal, or one for every 400 of the population. (1)

'' میکس مولر نے برطانوی قبضے سے پہلے بنگال میں تعلیمی صورتحال سے متعلق سرکاری دستاویزات اور ایک مشنری رپورٹ کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس دور میں بنگال میں اَسی ہزار مقامی اسکول قائم تھے، یعنی آبادی کے ہر چار سو افراد کے لیے ایک اسکول موجود تھا''

اسی تاریخی حقیقت کی تائید ہندوستان کی معروف تاریخی دستاویز ''تعلیمی ہند'' سے بھی ہوتی ہے جس میں میکس مولر سے منسوب اس سے ملتی جلتی ایک اور گراں قدر عبارت موجود ہے، جو اس بات کی مزید توثیق کرتی ہے کہ برطانوی آمد سے پہلے ہندوستانی خدانخواستہ جاہل اور گنوار نہیں تھے

''برطانوی حکومت سے قبل بنگال میں اسی ہزار دیسی اسکول تھے، دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنٰی ہوئے کہ آبادی کے ہر چالیس افراد کے لیے ایک اسکول قائم تھا'' ۲

دھرم پال کا تجزیہ اور فکری مسماری :

بیسویں صدی کے نامور مورخ دھرم پال نے اپنی شہرہ آفاق کتاب میں ولیم ایڈم اور دیگر برطانوی سروے رپورٹوں کا تفصیلی اور گہرا تجزیہ کرتے ہوئے یہ انکشاف کیا ہے کہ

In the twentieth century, Dharampal revealed in the light of these reports that the reach of this system was beyond the discrimination of caste, religion, and sex,

(1) James Keir Hardie, India: Impressions and Suggestions (New York: B.W. Huebsch, 1909), 5.

۲ مجلس قاسم المعارف (دیوبند)، تعلیمی ہند، مرتبہ اراکین مجلس قاسم المعارف دیوبند یوپی (عتیق الرحمٰن عثمانی ۱۳۵۳ھ دہلی) ص ۸

and it had created a deep, unsuspicious trust towards knowledge.(1)

''بیسویں صدی میں مورخ دھرم پال نے ان رپورٹوں کے ذریعے یہ انکشاف کیا کہ یہ تعلیمی نظام ذات پات، مذہب اور مرد یا عورت (جنس) کے فرق سے بالکل پاک تھا (یعنی سب کے لیے تھا) اور اس نے عام لوگوں کے دلوں میں تعلیم اور علم حاصل کرنے پر ایک گہرا اور سچا یقین پیدا کر دیا تھا''

اس دستاویزی انکشاف سے یہ واضح اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قدیم ہندوستانی معاشرے میں علم کے حصول کی راہ میں کوئی سماجی، طبقاتی یا مذہبی دیوار حائل نہیں تھی اور تعلیم تک رسائی ہر فرد کے لیے ممکن تھی، چونکہ حصولِ علم کا یہ موقع ہر انسان کو بلاتفریق حاصل تھا ! !

یہ روایتی تعلیمی نظام یہاں کے قدیم دیہی بلدیاتی نظام (جسے تاریخی زبان میں ''خودمختار دیہی ریاستیں'' Village Republics کہا جاتا ہے) کے ساتھ اتنا مضبوط جڑا ہوا تھا کہ اس دور کا ہر گاؤں اپنی ذات میں ایک چھوٹی، خودکفیل اور خودمختار جمہوری ریاست کی مانند تھا جو اپنے تعلیمی، انتظامی اور سماجی معاملات کسی بیرونی مداخلت کے بغیر خود چلاتی تھی ! تعلیم اس مضبوط بلدیاتی ڈھانچے کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی تھی جہاں مقامی اسکولوں (پاٹھ شالاؤں اور مدرسوں) کو کسی سرکاری محکمے کے بجائے پوری دیہی برادری کی مخلصانہ سرپرستی اور مالی معاونت حاصل تھی ! یہی وجہ تھی کہ عام غریب بچوں کے لیے بھی پڑھنا لکھنا اور بنیادی علوم سیکھنا نہایت آسان اور ممکن تھا ! !

اس نظام کی ایک اور بڑی طاقت یہ تھی کہ تعلیم مکمل طور پر مادری زبان میں دی جاتی تھی جس سے بچے کی فکری صلاحیتیں کھل کر سامنے آتی تھیں ! تاہم بعد میں برصغیر پر قابض انگریز حکومت کے نافذ کردہ نئے قوانین، ذریعہ تعلیم کے طور پر زبان کی جبری تبدیلی، پیچیدہ دفتری ضابطوں اور زمینوں پر بھاری لگان (ٹیکس) کے ظالمانہ نظام نے اس قدیم دیہی خودمختاری کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ! برصغیر پر قابض انگریز حکومت کی ان استحصالی انتظامی تبدیلیوں کے نتیجہ میں جہاں جہاں یہ روایتی دیہی برادریاں

1. Dharampal, The Beautiful Tree: Indigenous Indian Education in the Eighteenth Century (New Delhi: Biblia Impex, 1983), 21–25.

معاشی طور پر تباہ ہوئیں، وہاں وہاں ان کی سرپرستی میں چلنے والے مقامی دیسی اسکول بھی معاشی وسائل نہ ہونے کے باعث خود بخود ناپید اور فنا ہو گئے ! !

برطانوی پارلیمنٹیرین ایڈمنڈ برک (Edmund Burke) کی تعریف :

یہ باتیں اگرچہ تاریخی اعتبار سے تلخ ہیں، مگر جب ہم برطانوی پالیسیوں کے اس شبِ خون سے پہلے کے ہندوستان کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو اس پر سب سے جامع، غیر جانبدارانہ اور تاریخی تبصرہ معروف برطانوی مدبر اور پارلیمنٹیرین ایڈمنڈ برک (Edmund Burke) کا ملتا ہے انہوں نے اٹھارہویں صدی کے اواخر (۱۷۸۰ء کی دہائی) میں برطانوی پارلیمنٹ میں مغل نظامِ حکومت اور اس کے قانونی استحکام کی تعریف کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہا تھا :

> **The greatest part of Asia is under Mahomedan governments. To give a Mahomedan government is to give a government by law... It is a law enforced by stronger sanctions than any law known in Europe... Even their sovereigns have in reality no arbitrary power . (1)**
>
> ''ایشیا کا سب سے بڑا حصہ مسلم حکومتوں کے زیرِ اثر ہے اور مسلم حکومت کا مطلب ہی قانون کی حکومت ہے ... یہ ایک ایسا قانون ہے جس پر یورپ کے کسی بھی قانون کے مقابلے میں کہیں زیادہ سختی اور مضبوطی سے عمل درآمد کروایا جاتا ہے ... یہاں تک کہ ان کے بادشاہوں کو بھی حقیقت میں اپنی من مانی کرنے (یا قانون سے ہٹ کر فیصلے کرنے) کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا''

ایڈمنڈ برک کا یہ مقتدر بیان ایک ایسے مستحکم نظامِ حکومت کی گواہی دیتا ہے جہاں قانون کی بالادستی اور اصولوں کی پاسداری کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، اور جہاں عدل و انصاف صرف معاشرے کے خواص یا اشرافیہ کے لیے نہیں بلکہ ایک عام اور پسماندہ آدمی کے لیے بھی اتنا ہی محترم اور دستیاب تھا جتنا کسی اعلیٰ منصب دار کے لیے

(1) Edmund Burke, The Works of the Right Honourable Edmund Burke, vol. 9 (Boston: Little, Brown, and Company, 1866), 463 – 464

مسٹر لڈلو کا اعتراف : (دیسی اسکولوں کا خاتمہ)

تاریخ کا یہ اصول ہے کہ سچ کبھی نہ کبھی خود اُن ہی قوتوں کی زبانی سامنے آ ہی جاتا ہے جو اسے دنیا سے چھپانا یا مٹانا چاہتی ہیں ! ملاحظہ کیجیے کہ اخلاق، انسانی حقوق اور تہذیب وتمدن کا دعویٰ کرنے والے یہ یورپی حکمران اپنی مادیت پرستی اور نوآبادیاتی ہوس میں کس حد تک گر سکتے ہیں کہ جس نظام کی عظمت کا اعتراف ان کے اپنے مدبرین کرتے ہیں، دوسری طرف وہ خود ہی یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس شاندار نظام کو کس مکر، دجل اور فریب کا سہارا لے کر مٹایا گیا ! چنانچہ مسٹر لڈلو (John Malcolm Ludlow) جو برصغیر پر قابض انگریز حکومت کے ایک اعلیٰ برطانوی افسر اور تاریخ دان تھے، خود اس بات کے معترف ہیں کہ انگریزوں نے ہندوستانیوں کا یہ خوبصورت سماجی اور تعلیمی نظام کسی نادانی میں نہیں بلکہ پورے ہوش وحواس میں جانتے بوجھتے ہوئے تباہ و برباد کیا ! وہ اپنی تصنیف میں انگریزوں کے ان نوآبادیاتی اقدامات کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

In every Hindu village which has retained its old form, I am assured that the children generally are able to read, write, and cipher; but where we have uprooted the village system, as in Bengal, there the village school has disappeared. (1)

''ہر ہندو گاؤں میں جس نے اپنا پرانا نظام قائم رکھا ہے، مجھے یہ یقین ہے کہ وہاں کے بچے عام طور پر پڑھنا، لکھنا اور حساب کتاب کرنا جانتے ہیں ! لیکن ہم نے بنگال کی طرح جہاں جہاں اس روایتی نظام کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا ہے تو وہاں کے اسکول بھی فنا ہو گئے'' (جاری ہے)



(1) John Malcolm Ludlow, British India, Its Races, and Its History: Considered with Reference to the Mutinies of 1857, vol. 1 (Cambridge: Macmillan and Co. , 1858), 62.

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67

جامعہ مدنیہ جدید کا زیرِ تعمیر دارُالاقامۃ (ہاسٹل)



+92 333 4249301
+92 335 4249302
+92 333 4249302
jamiamadniajadeed
jmj786_56@hotmail.com
jamiamadnia.jadeed
jmj_raiwindroad
jamiamadniajadeed.org